www.urducouncil.nic.in

جنوری 2026 ، قیمت :- 15 ₹

ماھنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

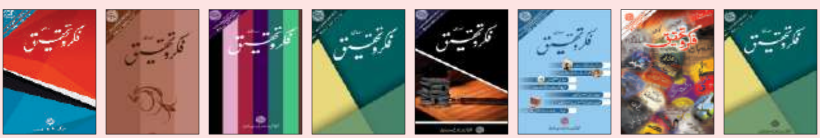

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندوستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہم سے رابطہ کیجیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ
اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
یومِ جمہوریت		
جشن جمہوریت اب منائیں	ابرار کرتپوری	07
26 جنوری اور نفاذِ آئین	محمد اکرام	08
نیا سال		
نئی روشنی سے فضا جگمگائیں	سیدہ فرحت	11
نیا سال، نئے خواب، نئے منصوبے	عشرت جہاں	12
سال نو خوشیوں سے مالا مال ہے	انصار احمد معروفی	15
امیدوں سے بھرا روشن سفر	فہیم اشرف	16
مضامین		
باغبانی اور اسکولی کچن گارڈن	نسیم سعید	19
طلبہ پر سوشل میڈیا کے اثرات	سینان بیلسیری	23
نظمیں		
تمنا ایک بچے کی	کوثر صدیقی	26
بچپن میں وہ پڑھنے کا مزہ ہم سے پوچھیے	محمود اختر جلالپوری	27
علم کی اہمیت	شمیم انجم وارثی	28
بادام کا درخت	خان حسنین عاقب	29
میٹھے بول	اسرار اللہ انصاری	30
پیڑ	خطاب عالم شاد	30
وقت کی آواز	یاسین انصاری	31
کہانیاں		
سبق آموز کہانیاں	امیر حسن نورانی	32
محاورے کی میم	پرویز شہریار	34
جنگل کی پکار	نعیم فاطمہ	37
باتصویر کہانی		
داستان گو آیا ہے	رتن سنگھ	40
صحت		
تل کی جسمانی افادیت	محمد خلیل	47
سائنس		
ماحولیات اور ماحولیاتی نظام	شمیم مدنی	50
کھیل/کھلاڑی		
ہندوستان نے پہلی مرتبہ خواتین کا عالمی کپ جیتا	سید پرویز قیصر	53
واقفیت عامہ		
تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات	ادارہ	57
دریائے نیل: دلچسپ معلومات	شیخ صابر نورالدین	58
ننھے فنکار		
پینٹنگ		60

بچوں کی دنیا

جلد: 14 شمارہ: 01 جنوری 2026

مدیر: ڈاکٹر شمس اقبال
نائب مدیر: نہاں

ناشر اور طابع
ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ تعلیم ـ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:11-49539009
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

مطبع: میکاف پرنٹرس، B-127، سیکٹر 65، نوئیڈا ـ 201301 (یوپی)

قیمت: -/15 روپے، سالانہ: -/145 روپے

اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی- 110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد- 500002
فون:24415194-040

پیارے بچو! ہر نیا سال اپنے دامن میں نئی امیدیں، نیا جذبہ اور روشن مستقبل کا عزم لے کر آتا ہے۔ یہ صرف کیلنڈر کی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ ہماری اجتماعی اور انفرادی زندگی میں نئے جذبوں کی تازگی کا لمحہ بھی ہوتا ہے۔ نئے سال کا آغاز ہمارے لیے ایک لمحۂ فکریہ بھی ہے کہ پچھلے برس کی کمیوں، غلطیوں اور کوتاہیوں سے سیکھ کر آئندہ سفر کو زیادہ ذمہ داری، شعور اور دلجمعی کے ساتھ طے کیا جائے۔

اسی ماہ کا ایک اہم اور تاریخی دن 26 جنوری بھی ہے جو ہماری جمہوری اقدار، قومی یکجہتی اور آئینی اصولوں کی یاد دہانی کرواتا ہے۔ یہ دن ہمیں بتاتا ہے کہ قومیں محض خواہشات یا جذبات سے نہیں بلکہ اجتماعی جدوجہد، نظم وضبط اور قانون کی پاسداری سے ترقی کرتی ہیں۔ یہ دن صرف ایک تہوار یا چھٹی کا نام نہیں بلکہ ہماری جمہوری روح کی علامت ہے۔ 26 جنوری کا مرکزی پیغام یہی ہے کہ ہر شہری بچوں سے لے کر بڑوں تک اپنا کردار ذمہ داری سے ادا کرے۔ قومیں اس وقت مضبوط ہوتی ہیں جب ان کے افراد میں حب الوطنی کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی کا احساس بھی جاگ اٹھے۔ یہ دن ہمیں سکھاتا ہے کہ اختلاف رائے ہمارا حق ہے لیکن اتحاد، صبر وتحمل اور احترام ہماری پہچان ہونی چاہئیں۔

نئے سال، 26 جنوری اور سردیوں کی چھٹیوں کا یہ مجموعہ دراصل ایک ایسی فکری کڑی بناتا ہے جو ہمیں خود احتسابی، ملک دوستی، اتحاد اور ترقی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم نہ صرف اپنی ذات بلکہ اپنے معاشرے کے لیے بھی کچھ مثبت کرنے کا عہد کریں۔ اگر ہم ٹھان لیں کہ آنے والا سال بے مقصد بحثوں، تقسیم اور بے عملی کے بجائے علم، محنت اور تعمیر کا سال ہوگا، تو یقینی طور پر ہم اپنی آنے والی نسلوں کو ایک بہتر اور روشن مستقبل دے سکیں گے۔

سردیوں کی چھٹیاں بلاشبہ ذہنی اور جسمانی راحت کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ اس دوران بچوں کو اپنی صلاحیتیں نکھارنے، کتابوں سے ہٹ کر زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو سمجھنے اور فیملی کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملتا ہے۔ تاہم یہ وقفہ محض تفریح اور سست روی کا نام نہیں ہونا چاہیے۔ ان چھٹیوں کا بہترین استعمال یہی ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کو مطالعے، کھیل کود، تخلیقی سرگرمیوں اور سماجی شعور کی بیداری کی طرف راغب کیا جائے۔ ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لیے نوجوان نسل کا باشعور ہونا لازمی ہے اور یہی شعور مستقبل میں ان کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس ٹھنڈے موسم کی راحت کو سستی میں گنوا دیتے ہیں یا اسے عمل، سوچ اور بہتر منصوبہ بندی کا موسم بنا لیتے ہیں۔ نیا سال ہماری نئی سمت کا آغاز ہو، 26 جنوری ہماری قومی یکجہتی کی پہچان ہو اور سردیوں کی چھٹیاں ہمیں اپنے مستقبل کی بہتر تیاری کا موقع فراہم کریں، اگر یہ تین عناصر یکجا ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ترقی کی نئی راہیں نہ کھول سکیں۔

آپ کا

شمس اقبال

ڈاک خانہ

ماہنامہ ’بچوں کی دنیا‘ دسمبر 2025 کا خوبصورت شمارہ دستیاب ہوا، اداریے کے تحت آپ نے سائنسی میدان میں تحقیق و جستجو، سائنسی ایجادات سے انسانی زندگی میں آسانی کا ذکر کرتے ہوئے علم کی اہمیت اور بچوں میں سائنسی علوم اور سائنسی موضوعات میں دلچسپی، و ذوق پیدا کرنے کی طرف ان کی توجہ مبذول کرنے کی کوشش کی جو لائق تحسین ہے۔

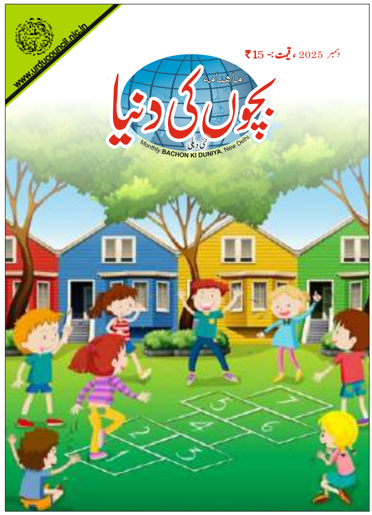

اس مرتبہ صرف دو مضمون شامل اشاعت ہیں۔ دونوں مضامین اہم اور معلومات افزا ہیں۔ نظمیں بھی رواں دواں اور دلچسپ ہیں، خصوصاً میری اچھی آپا آؤ، نیک کام، جیسی مینا ہوتی ہے، جب بھی بولو سچ ہی بولو کے کیا کہنے۔ کہانیوں میں صداقت، شرارت مہنگی پڑی، آصف کا موبائل عمدہ اور سبق آموز ہیں۔ تاریخی و ثقافتی سوالات بھی عمدہ اور معلوماتی ہیں۔ یہ کالم بچوں کے کے لیے مفید ہے، بچوں کے ذریعے بنائی ڈرائنگ شامل کرنے سے بچوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ ایسا رسالہ جس کا بچے اور بڑے بے صبری سے انتظار کرتے ہیں۔

رحیم رضا، مدیر سہ ماہی ترجمان اطفال بیاول (مہاراشٹر)

’بچوں کی دنیا‘ نومبر 2025 موصول ہوا۔ اس کا اداریہ بچوں میں جولانی پیدا کر کے اونچی اڑان کی سیکھ دیتا ہے۔ محنت محض جسمانی مشقت ہی کا نام نہیں بلکہ یہ دل و دماغ سے کی جانے والی لگاتار سنجیدہ کوشش کا نام ہے جس سے اپنا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ یہ کامیابی کی کلید ہوتی ہے۔ کامیابی سے دوسروں کو کم تر سمجھنا بڑی بات ہے کیونکہ آپ کی کامیابی کے سبھی حقدار ہوتے ہیں جیسے پکے پھلوں سے بھرے ہوئے تناور درخت سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

کامیابی کے لیے محنت کرنا بہت ضروری ہے۔ بچپن میں کتابیں پڑھ کر سبق یاد کرنا اور بڑے ہو کر بڑے بڑے کام کرنا محنت کا صلہ ہے۔ اس سے فرد میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور انسان وقت کا پابند بن جاتا ہے۔ محنت ایک بیج کے مانند ہے جسے بھرپور توجہ سے سینچا جائے تو یہ پودا بن کر پھر بڑا سایہ دار درخت بن جاتا ہے۔ یہی تو کامیابی

الہدیٰ اردو پرائمری اور ہائی اسکول درجہ ہشتم، نہم، دہم کے بچے ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کے ساتھ

ہے جو محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ڈاک خانہ میں چار اچھے

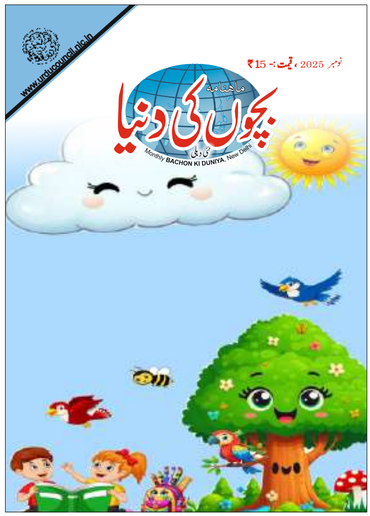

اچھے خطوط ہیں جن میں کارآمد باتیں بتائی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اس شمارے میں 9 ابواب ہیں جن میں کار آمد مضامین، تعلیم و تربیت، پرسکون و پر جوش نظمیں، ڈرامہ، کہانیاں، کھیل تماشے، صحت مندی، تاریخی، سائنسی واقفیت، پینٹنگس وغیرہ سب کچھ شامل ہیں۔ پڑھتے رہیے اور اپنی زندگی کو سنوارتے رہیے۔

مصطفیٰ ندیم خان غوری، زریں والا، بی-11، گرین ویلی، روضہ باغ، چھترپتی سنبھاجی نگر (اورنگ آباد)، مہاراشٹر

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کا نومبر کا شمارہ موصول ہوا۔ اس کا سرورق دیکھتے ہی دل خوش ہوگیا۔رسالہ پڑھنا شروع کیا تو مکمل کیے بغیر نہ رہ سکا۔ یوم ریڈیولوجی پر انصار احمد معروفی کا مضمون معلوماتی کم ہے اور ذاتی تاثرات و آرا سے بھرپور ہے۔فرزانہ اسد کا مضمون اچھا لگا۔ڈیجیٹل ڈیٹاکس پر مضمون بھی پسند آیا۔ایسے موضوعات پر گفتگو ہونی چاہیے۔ بچوں کے حقوق پر اسید اشہر کا مضمون پسند آیا۔ موصوف نے نہایت خوبصورت اور رواں دواں انداز میں بچوں کے حقوق پر روشنی ڈالی ہے اور اس تعلق سے بیش قیمت معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اظہر افسر کا ڈراما اچھا لگا۔صحت کا کالم بہت مفید ہے۔ اس میں ہمیشہ معلوماتی مضامین پڑھنے ملتے ہیں۔

مشمولات کے شاندار انتخاب پر بہت مبارک باد۔ ایسے ہی معلوماتی مضامین شائع کرتے رہیں۔ اردو کے ادیبوں کا ایک گروہ تیار کریں جو خاص طور پر 'بچوں کی دنیا' کے لیے معیاری مضامین لکھیں۔

شیخ صدر الدین، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی

ابرار کرتپوری

جشن جمہوریت اب منائیں

جشنِ جمہوریت اب منائیں
دیپ یوں ہم خوشی کے جلائیں

آئی چھبیس پھر جنوری
حوصلوں میں ہوئی تازگی

رفتہ رفتہ ہم آگے بڑھیں
پھر ترقی کا سامان کریں

کارخانے مشین اسلحہ
ہر مشین ہم بنائیں ذرا

کام سے ہم کو رغبت بھی ہو
دیش کی یوں حفاظت بھی ہو

سارے دھرموں کا سمان ہو
بھارتی جو ہو یک جان ہو

نغمے جمہور کے گنگنائیں
ہم سدا یوں ہی خوشیاں منائیں

■

بہ شکریہ: ریختہ ڈاٹ او آر جی

محمد اکرام

26 جنوری اور نفاذِ آئین

پیارے بچو! ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا ملک ہندوستان ایک جمہوری (Secular) ملک ہے جہاں ہر فرد کو بلاتفریق مذہب و ملت برابر حقوق حاصل ہیں اور ہمارے آئین نے تمام شہریوں کے فرائض بھی واضح طور پر بیان کردیے ہیں تاکہ سبھی ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا مثبت رول ادا کرسکیں۔

یہاں سب سے پہلے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ آئین یعنی دستورِ ہند ہے کیا اور اس کا نفاذ کب اور کیسے ہوا؟

بچو! ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس پر کئی سو برس دوسری قوموں نے حکومت کی ہے۔ ان سبھی نے اپنے اپنے طریقے اور اپنی آسانی کے لحاظ سے قانون بنائے، لیکن کوئی ایسا منظّم دستور نہیں تھا جس میں ہر شہری کو یکساں حقوق حاصل ہوں۔ برطانوی سامراج میں تو جبر بہت بڑھ گیا تھا۔ ہندوستانی نظام برطانویوں کے تشکیل کردہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے ذریعے چلتا تھا۔ ایسے میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی باضابطہ کوششیں ہونے لگیں اور بالآخر ہندوستان کے جیالوں، جانبازوں اور بہادروں نے اپنی قربانی پیش کرکے انگریزوں کے ظلم و جبر سے نجات دلائی۔ یہ آزادی ہمیں 15 اگست 1947 کو حاصل ہوئی۔ جب ملک آزاد ہوگیا تو ایک دستور کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں ہر شہری کو برابر حقوق حاصل ہوں۔ اسی کے پیشِ نظر ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر کی صدارت میں ہندوستانی آئین کا مسودہ تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے کافی محنت، مشقت اور ریاضت کے بعد ایک صاف شفاف آئین مرتب کیا۔ اسے پورا کرنے میں 2 برس 11 مہینے اور 18 دن صرف ہوئے۔ اس دوران بہت سے ماہرین سے رائیں بھی لی گئیں، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آئین کے مسودے میں کئی بار ترمیم و اضافہ کرنا پڑا۔ آخرکار 24 جنوری 1950 کو دستور ساز اسمبلی کے ممبران نے دستور کی دو کاپیوں پر دستخط کیے۔ ان میں ایک انگریزی زبان میں تھی اور دوسری ہندی میں۔ آئین کا نفاذ ہوتے ہی ہندوستان ایک خودمختار ملک بن گیا، اس آئین کے ذریعے ملک کی سلامتی اور فرد کی آزادی کے لیے کوئی بھی قانون بنانے میں آزادی حاصل ہوگئی۔

26 جنوری 1950 کو ڈاکٹر راجندر پرساد کی ہندوستان

کے پہلے صدر کی حیثیت سے حلف برداری ہوئی اور اسی دن آئین ساز اسمبلی نئے آئین کے تحت ہندوستان کی پارلیمنٹ بنی۔ یہ صحیح ہے کہ آئین کا نفاذ 26 جنوری 1950 کو عمل میں آیا مگر ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی نے اسے 26 نومبر 1949 کو ہی اپنا لیا تھا۔ 26 جنوری 1950 کو ہندوستان کو مکمل طور پر ایک جمہوری ملک قرار دیا گیا اور 26 جنوری کو ہی یوم جمہوریہ منانے کا فیصلہ بھی کیا گیا، جس کا اہتمام ہر سال 26 جنوری کو راجدھانی میں ایک عظیم الشان پریڈ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اس موقعے پر دیش کی سلامتی کے لیے فوج کے کارناموں کو بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس پریڈ میں شرکت کے لیے مہمانِ خصوصی کے طور پر کسی دوسرے ملک کی اہم شخصیت کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔اس دن صدر جمہوریہ کی موجودگی میں کئی طرح کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں،اور دھوم دھام سے یوم جمہوریت کا جشن منایا جاتا اور اپنے ملک کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ ساری ریاستوں ، اسکولوں، آفسز میں علی الصبح پرچم کشائی کی تقریب منعقد کی جاتی ہے۔قومی پرچم لہرائے جانے کے ساتھ ہندوستانی فوج کی بری، بحری وفضائی افواج اپنے ہنر اور فن کا نمونہ پیش کرتی ہیں، اس موقعے پر ہندوستان کی بے مثال دفاعی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے جس سے ہر کوئی حیرت زدہ ہونے اور لطف اندوز کے ساتھ ساتھ حب الوطنی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

پیارے بچو! 26 جنوری کا پریڈ راشٹر پتی بھون سے شروع ہو کر لال قلعہ پر ختم ہوتا ہے۔ یوم جمہوریہ کے موقعے پر راج پتھ پر پریڈ کا باضابطہ اہتمام پہلی بار 1955 میں کیا گیا تھا۔ اب اس کا نام کرتویہ پتھ ہوگیا ہے۔ 26 جنوری 2023 سے باضابطہ کرتویہ پتھ پر ہی پریڈ کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ پریڈ کی جگہوں میں کئی بار تبدیلیاں بھی ہوئی ہیں۔ 1955 سے پہلے یوم جمہوریہ کی پریڈ دہلی میں مختلف مقامات پر ہوتی تھی۔ آزادی کے بعد پہلی بار اس پریڈ کا اہتمام دہلی کے ایرون اسٹیڈیم میں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد صدر جمہوریہ نے کبھی رام لیلا میدان، کبھی لال قلعہ اور کبھی کنگز وے کیمپ میں پریڈ کی سلامی لی لیکن 26 جنوری 1955 سے لے کر اب تک اس کی جگہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔

بچو! ہندوستان ایک کثیر تہذیبی وثقافتی ملک ہے جہاں کئی طرح کے لوگ رہتے ہیں، سب کے رہنے سہنے کھانے پینے کا رنگ ڈھنگ بھی جدا ہے، اس لحاظ سے یہاں کئی قسم کی بولیاں بھی بولی جاتی ہیں۔ اسی کثیر تہذیبی ثقافتی تناظر کے پیش نظر یوم جمہوریہ کے موقعے پر جھانکی کا اہتمام کیا جاتا ہے جہاں کئی ریاستوں کی جھانکیاں اپنے یہاں کی تہذیب اور ثقافت سے روشناس کراتی ہیں۔ کلچر اور ثقافت کے تناظر میں رقص و موسیقی کی بہت اہمیت ہوتی ہے، ان جھانکیوں کے ذریعے ہم مختلف ریاستوں کے مروجہ رقص وموسیقی کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔

پیارے بچو! یوم جمہوریہ ایک تہوار بھی ہے کیونکہ اس دن باضابطہ چھٹی رہتی ہے۔ سبھی اسکول اور آفس سے فارغ اور آزاد رہتے ہیں۔ سبھوں کے جشن منانے کا انداز جدا ہوتا ہے، کچھ گھر پر، تو کچھ تفریحی جگہوں پر جاکر خوشیاں مناتے ہیں، بعض لوگ اس دن حب الوطنی پر مبنی فلمیں اور تفریحی پروگرام دیکھتے ہیں۔ گویا یہ دن

آئینِ ہند کے متعلق کچھ دلچسپ معلومات

* ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کو 'بابائے ہندوستانی آئین' بھی کہا جاتا ہے۔
* 'آئین ہند' ہاتھ سے لکھی گئی ایک دستاویز ہے۔ یہ دنیا میں تحریر کی گئی طویل ترین دستاویزات میں سے ایک ہے۔ اس کے انگریزی ورژن میں کل ایک لاکھ 17 ہزار 369 الفاظ ہیں۔
* 'آئین ہند' کی اصل کاپی پر پارلیمنٹ کے 283 ممبران کے دستخط ہیں۔
* 'آئین ہند' کے پیش لفظ پری ایمبل میں لفظ 'سوشلسٹ' ایمرجنسی کے دوران 42 ویں ترمیمی ایکٹ 1976 کے تحت شامل کیا گیا تھا۔
* آئین کی اصل کاپی پارلیمنٹ ہاؤس کی لائبریری میں اب بھی محفوظ ہے۔
* ہندوستانی آئین کے پیش لفظ میں صرف ایک مرتبہ 18 دسمبر 1976 کو ترمیم کی گئی ہے۔ خیال رہے کہ یہ ایمرجنسی کے دوران ہوا تھا۔
* اصل آئین ہند پریم بہاری نارائن رائے زادہ نے لکھا تھا۔ اس کا ہر صفحہ شانتی نکیتن کے فنکاروں نے ڈیزائن کیا تھا۔
* پہلے مسودے میں 2 ہزار ترامیم کی گئی تھیں۔
* یاد رہے کہ 26 جنوری 1950 کو ملک کا قومی نشان بھی اپنایا گیا تھا۔ 1950 سے لے کر جنوری 2019 تک آئین ہند میں 103 مرتبہ ترامیم کی گئی ہیں۔ (بحوالہ وکی پیڈیا اور دیگر ذرائع)

ہندوستان کے جانبازوں کو یاد کرنے کے ساتھ جشن اور خوشی منانے کا بھی ہوتا ہے۔

پیارے بچو! 2047 میں ہمارے ملک کی آزادی کے 100 برس پورے ہوجائیں گے اس تعلق سے ہمارے دلعزیز وزیراعظم عالیجناب نریندر مودی جی کا وکست بھارت 2047@ کا جو خواب اور عزم ہے، اس کی تکمیل کی ذمے داری صرف حکومت یا اس سے وابستہ لوگوں کی نہیں، بلکہ ہر ہندوستانی کی ہے۔ بھارت کو وکست دیش بنانے میں زبانوں کا بھی بہت اہم رول ہوگا، لہٰذا ہم جو بھی زبان لکھ یا بول رہے ہیں اس کے ذریعے ہم اس مہم سے جڑ کر وزیر اعظم کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکتے ہیں۔

بچو! اس سیکولر، حسین اور خوبصورت ملک کی جتنی ہو سکے ہمیں خدمت کرنی چاہیے، ہم کبھی کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ہمارے ملک کی روح مجروح ہو۔ ہم یہ عزم کریں کہ ہمیشہ اپنے ملک کے تئیں ایماندار رہیں گے، اس ملک کی ترقی و خوش حالی کے لیے خود بھی کوشاں رہیں گے اور دوسروں کو اس کی تلقین کریں گے۔

■

Mohd Ikram
89/6A, Street No.: 1, Ghaffar Manzil
Jamia Nagar, Okhla
New Delhi -110025
Mob.: 9654882771
mdikram2011@gmail.com

سیدہ فرحت

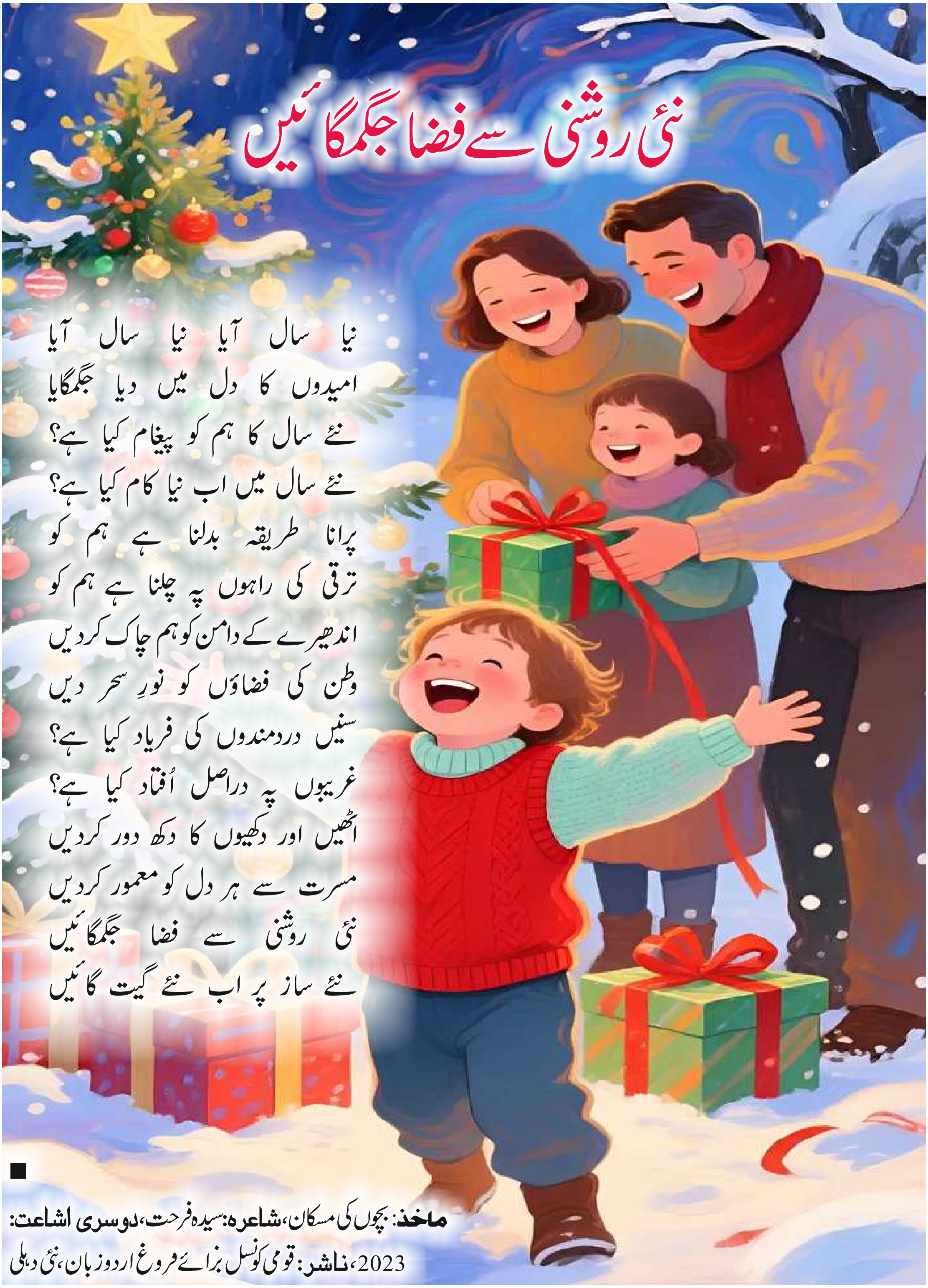

نئی روشنی سے فضا جگمگائیں

نیا سال آیا نیا سال آیا
امیدوں کا دل میں دیا جگمگایا
نئے سال کا ہم کو پیغام کیا ہے؟
نئے سال میں اب نیا کام کیا ہے؟
پرانا طریقہ بدلنا ہے ہم کو
ترقی کی راہوں پہ چلنا ہے ہم کو
اندھیرے کے دامن کو ہم چاک کردیں
وطن کی فضاؤں کو نورِ سحر دیں
سنیں دردمندوں کی فریاد کیا ہے؟
غریبوں پہ دراصل اُفتاد کیا ہے؟
اٹھیں اور دکھیوں کا دکھ دور کردیں
مسرت سے ہر دل کو معمور کردیں
نئی روشنی سے فضا جگمگائیں
نئے ساز پر اب نئے گیت گائیں

■

ماخذ: بچوں کی مسکان، **شاعرہ:** سیدہ فرحت، **دوسری اشاعت:** 2023، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

عشرت جہاں

نیا سال، نئے خواب، نئے منصوبے

جیسے ہی نیا سال شروع ہونے والا ہوتا ہے، لوگ نئے سال کے استقبال کے لیے پورے جوش اور ولولے کے ساتھ تیار ہونے لگتے ہیں۔ دوستوں کے درمیان کارڈوں کا تبادلہ، واٹس ایپ، فیس بک، ٹوئٹر وغیرہ پر نیک خواہشات کا اظہار خوب دیکھنے کو ملتا ہے۔ گویا کہ نئے سال کی آمد پر نئے عزائم اور جذبات لوگوں کے دلوں میں اُمڈنے لگتے ہیں لیکن جب ماہ جنوری کے دو تین ہفتے گزر جاتے ہیں تو نئے سال کے تعلق سے جذبات سرد پڑنے لگتے ہیں اور پھر ایک دو ماہ کے بعد دیکھا جاتا ہے کہ نئے سال کے بارے میں انھیں کچھ یاد بھی نہیں رہتا۔ پھر انھیں اپنے وہ عزائم اور منصوبے بھی یاد نہیں رہتے جن کا اظہار انھوں نے بڑے پُر تپاک انداز میں مختلف مجلسوں میں کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ان منصوبوں اور خاکوں کو بھی بھول جاتے ہیں جو انھوں نے سال گزشتہ کی آخری تاریخوں اور نئے سال کے ابتدائی دنوں میں بنائے تھے۔

اگر دیکھا جائے تو کچھ اچھا کر گزرنے کے ارادے اور آگے بڑھنے کے منصوبے انسانوں کے پاس ہر وقت ہونے چاہیے۔ اس میں کسی مخصوص دن، مخصوص مہینے یا مخصوص سال کا تعین کرنا ضروری نہیں ہے۔ انسان اللہ کی ایک ایسی مخلوق ہے جس کا ایک ایک دن اور ایک ایک پل قیمتی ہے، انسان کو اپنے کسی بھی وقت کو برباد نہیں کرنا چاہیے، اسے کوئی اہم کام شروع کرنے کے لیے کسی مخصوص دن یا مخصوص برس کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ وہ لوگ جو آج کا کام کل پر ٹالتے ہیں وہ پیچھے ہوتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کی تھیں ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی ''آج کا کام کل پر مت ٹال''۔ اگر گہرائی سے غور کیا جائے تو یہ نصیحت بہت زیادہ اہم ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ آج کا یا ابھی کا کام آنے والے وقت پر ٹالتے ہیں ان کا وہ کام ٹلتا ہی رہتا ہے۔ اس لیے اپنے وقت کے تعلق سے ہر آدمی کو ہر وقت بیدار رہنا چاہیے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: ''الوقت اثمن من الذہب'' (وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے) یعنی بہت قیمتی ہے۔

اس حقیقت کے باوجود بہت سے لوگوں کی فطرت میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت فعّال و متحرک نہیں ہوتے بلکہ ان کی زندگی میں کچھ لمحات ایسے آتے

ہیں جو انھیں بیدار کرتے ہیں، ان کے سوئے ہوئے جذبات کو جگاتے ہیں اور انھیں کچھ کرنے کے لیے ذہنی اور عملی طور پر تیار کرتے ہیں۔ ایسے لمحات کی قدر کرنا ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ بھی گزر گئے تو گویا وہ پھر سوتے رہیں گے۔ یعنی غفلت میں پڑے رہیں گے۔ اس طور پر اگر دیکھا جائے تو نیا سال ان لوگوں کے لیے بہت اہم ہے جن کے جذبات میں روانی نئے سال کی آمد پر آتی ہے۔ وہ جوش میں بھر جاتے ہیں، ان کا دماغ تیزی کے ساتھ کام کرنے لگتا ہے، وہ اپنے آپ سے وعدے کرنے لگتے ہیں کہ ہم نئے سال سے اپنا کام شروع کریں گے، نئے سال میں ان مقاصد کو حاصل کریں گے، کچھ لوگ تو باقاعدہ اپنی منصوبہ بندیاں اپنی ڈائری میں نوٹ کرنے لگتے ہیں، کاموں کی پوری فہرست بنا لیتے ہیں۔ اتنی کتابیں پڑھنی ہیں، اتنے مضامین لکھنے ہیں، اتنے روپے کمانے ہیں، یہاں جانا ہے وہاں جانا ہے، اتنے لوگوں کی مدد کرنی ہے وغیرہ۔

منصوبہ بندی کرنا یا کسی کام کا خاکہ تیار کرنا ایک اچھی عادت ہے۔ اس لیے کہ بغیر منصوبہ بندی کے کسی کام کے ڈھنگ سے پورا ہونے کی امید کم ہی ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنے ارادوں کو اچھی منصوبہ بندی کی شکل میں ڈھال لیتے ہیں، وہ یقیناً بہت اہم لوگ ہوتے ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جب تک منصوبہ بندی یا اپنے بنائے ہوئے خاکے پر عمل نہ کیا جائے اس وقت تک کسی بھی منصوبے یا خاکے کے تیار کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ہم اپنے درمیان بہت سے ایسے لوگ دیکھتے ہیں جو منصوبے تو طرح طرح کے رکھتے ہیں، خاکے بناتے ہیں، ڈائریوں میں لکھتے ہیں، لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سارے منصوبے رکھے رہ جاتے ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہی حال ہمیں بہت سے ان منصوبوں کا نظر آتا ہے جو نئے سال کے موقع پر بنائے جاتے ہیں کہ خوشی خوشی بہت سے ارادوں کا اظہار کیا جاتا ہے اور نئے سال میں کچھ کرنے کے لیے پلاننگ کی جاتی ہے، مگر جیسے ہی دو چار ہفتے بیت جاتے ہیں، وہ پھر اپنی پرانی روش پر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ یہ صورت حال مناسب نہیں ہے۔

نئے سال کے موقع پر جن مثبت عزائم کا اظہار کیا گیا ہے، ان پر قائم رہا جائے اور جو ٹارگیٹ بنایا گیا ہے، اسے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ کام چند دنوں کے اندر نہیں ہوگا، ہوسکتا ہے کہ چند مہینوں میں بھی نہ ہو، اس لیے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے اور اپنے ٹارگیٹ تک پہنچنے کے لیے پورے سال کام کرنا پڑے گا۔ اس طرح نیا سال بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس میں بچوں کے لیے بھی بڑا اسبق ہے کہ وہ بھی وقت کی قدر کریں، اچھے ارادوں کو پورا کرنے کے لیے محنت کریں، وہ بھی نئے سال کے لیے پلاننگ کریں اور اس پر عمل کریں۔ چھوٹے بچوں کو اپنی پلاننگ کے لیے اپنے اساتذہ یا اپنے والدین کی مدد لینی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ان کے پاس تجربات کی بھی کمی ہوتی ہے اور علم کی بھی کمی ہوتی ہے، اس لیے ہوسکتا ہے کہ ان کے اپنے تیار کردہ منصوبے میں کمی پائی جاتی ہو یا جس چیز پر وہ کام کرنا چاہتے ہیں، وہ مناسب نہ ہو۔ چنانچہ ان کے لیے والدین یا اساتذہ کی نگرانی ضروری ہے۔ بچے جس

عمر میں ہوتے ہیں وہ ان کے سیکھنے کا وقت ہوتا ہے، اس عمر میں سیکھنے سکھانے کی چیزوں پر غور کرنا چاہیے، یعنی ایسے منصوبے بنائے جانے چاہییے جن سے انھیں سیکھنے کو زیادہ سے زیادہ مل سکے۔ اس سلسلے میں والدین کو بھی دلچسپی لینی چاہیے کہ اگر بچے نئے سال کے لیے کوئی پلاننگ کر رہے ہیں تو وہ اس پر غور وفکر کریں۔ اگر ان کی پلاننگ درست ہے تو اس کی ہمت افزائی کریں، اگر اس کے اندر کمی ہے تو ان کمیوں کو درست کر دیں اور اگر ضرورت نہ ہو تو انھیں سمجھا بجھا کر اس کو عمل میں لانے سے روک دیں۔ اس لیے کہ کئی بار دیکھا جاتا ہے کہ بچے باہر کی بہت سی ایکٹویٹز کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ دورانِ تعلیم ان کے لیے وہ مناسب نہیں ہوتیں، ان کی بنیادی تعلیم پر اثر ڈالتی ہیں تو ان سے انھیں روکا جاسکتا ہے، لیکن اگر وہ ان کی تعلیم کے لیے نقصان دہ نہ ہوں بلکہ فائدہ مند ہوں تو ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ اگر والدین کم پڑھے لکھے یا ناخواندہ ہیں تو وہ بچوں کے اساتذہ کی توجہ اس طرف دلائیں کہ وہ ان کی رہنمائی فرمائیں۔ اس لیے کہ یہ بات اپنی جگہ سچ ہے کہ بچوں کو ان کے والدین اور اساتذہ زیادہ جانتے ہیں، وہ ان کی عادتوں سے بھی واقف ہوتے ہیں، ان کی نفسیات کا بھی انھیں علم ہوتا ہے اور ان کی صلاحیتوں وکمیوں کے بارے میں بھی جانکاری رکھتے ہیں، اس لیے وہ بہتر مشورے بھی دے سکتے ہیں اور اصلاح بھی کر سکتے ہیں۔ بہر کیف نئے سال پر جوانوں، نوجوانوں اور بچوں کے اندر جو جذبات ابھرتے ہیں، انھیں دبانے کی بجائے مثبت رخ دینا چاہیے۔

■

Israt Jahan
Mohalla Tandola Tanda
Distt.: Rampur Rampur, U.P
Mobile: 8383818120

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکی سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

145 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.................................. بتاریخ..

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/145 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , 011-26108159: فیکس 011-26109746: فون

دستخط

انصار احمد معروفی

سال نو خوشیوں سے مالا مال ہے

سال کا ہے پہلا مہینہ جنوری
یعنی پہلا پہلا زینہ جنوری
جنوری کا خوب استقبال ہے
سال نو خوشیوں سے مالا مال ہے
خوبصورت کارڈ اب چلتے ہیں کم
وہ مبارکباد میں بکتے ہیں کم
اب پس منظر میں خط بھی جاچکا
اس جگہ پہ اب نیا کچھ آگیا
رفتہ رفتہ سب روایت کھوگئی
ماڈرن بالکل حیات اب ہوگئی
اب تو موبائل سے اور ای میل سے
بھیجی جاتی سب مبارکباد ہے
یہ تعلق اور محبت کی ہے بات
باہمی الفت اخوت کی ہے بات
جو ملیں خوشیاں وہ باہم بانٹ لیں
اور اگر غم ہو تو غمخواری کریں
گیت قومی اس میں گائے جاتے ہیں
اور لہرائے ترنگے جاتے ہیں
اس کی چھبیس جنوری مشہور ہے
یوم جمہوری پہ دل مخمور ہے
اس کی پیاری دھوپ کی سب کو تلاش
کہتے ہیں مل جائے تھوڑی دھوپ کاش
خوب سوؤں اس کی لمبی رات میں
رہنا ہوگا دن کو لیکن گھات میں
جنوری اکتیس دن کا یاد رکھ
اس کو بیٹھا دل میں، سب کو بعد رکھ

■

ماخذ: یہ مہینے اور موسم، مصنف: انصار احمد معروفی، پہلی اشاعت: 2018، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

فہیم اشرف

امیدوں سے بھرا روشن سفر

نئے سال کا بادل ہر انسان کے دل میں ایک نئی امید، ایک تازہ خواہش اور بے شمار خوابوں کی بارش لے کر آتا ہے۔ جب کیلنڈر کا صفحہ بدلتا ہے اور ہم '31 دسمبر' کو الوداع کہہ کر '1 جنوری' کو خوش آمدید کہتے ہیں، تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آسمان بھی مختلف ہو۔ دسمبر کا آخری دن جب آہستگی کے ساتھ رخصت ہوتا ہے اور جنوری کی سرد مگر روشن صبح خاموشی سے اپنی آمد کا اعلان کرتی ہے تو پوری دنیا نئے لباس میں ملبوس نظر آتی ہے۔ ہوا میں تازگی، ماحول میں شائستگی اور دلوں میں نئے عزائم کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔

جنوری کی ٹھنڈی صبحیں، نرم ہوائیں اور سورج کی گنگنی، سنہری کرنیں نئے سال کو مزید حسین بنا دیتی ہیں۔ درختوں کے پتے جھڑ کر، نئے پتوں کے اگنے کی تیاری شروع ہوتی ہے، اور پھول اپنی رنگت اور مہک سے ماحول کو دلکش اور خوش گوار بنا دیتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے نئے سال کی آمد پر دنیا نئے انداز میں سجائی گئی ہو۔

یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ نیا سال ہے کیا؟ دراصل، وقت کو دائرے میں لینے کے لیے انسان نے کیلنڈر بنایا۔ یہ دراصل ایک علامت ہے کہ وقت مسلسل بہہ رہا ہے، اور ہمیں بھی آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔

جب ہم 'نیا سال' کہتے ہیں، تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ گذشتہ بارہ مہینے کے صفحات مکمل ہو گئے اور اب زندگی نئے صفحات کی ورق گردانی کرے گی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب ہم اسے چاہیں تو رنگوں سے بھر دیں، اچھی باتوں سے سجا دیں، یا اپنی غلطیوں کو دور کر کے بہترین دن لکھ ڈالیں۔ ایک نئی کتاب، ایک نیا سفر اور نئی کہانیاں لکھنے کا سنہرا موقع ہمارے پاس ہوتا ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک اور ثقافتوں میں نیا سال مختلف طریقوں سے منایا جاتا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں جو انگریزی کیلنڈر استعمال ہوتا ہے، اس کا نیا سال یکم جنوری کو شروع ہوتا ہے۔ اسے "Christian Era" یا 'عیسوی سال' بھی کہتے ہیں۔ اسلامی نیا سال 'ہجری' بھی ہوتا ہے، جو محرم کے مہینے سے شروع ہوتا ہے۔ اس طرح چینی،

فارسی اور بہت سے دوسرے کیلنڈر بھی ہیں۔ ہر ایک کا اپنا اہم اور خوبصورت انداز ہے۔

دنیا میں نیا سال کیسے منایا جاتا ہے؟

الگ الگ خطوں کا طریقۂ کار مختلف ہوتا ہے۔کہیں آتش بازی ہوتی ہے۔کہیں چراغاں کیا جاتا ہے۔کہیں دوست ایک دوسرے کو کارڈز اور تحفے دیتے ہیں۔کوئی نئے کپڑے پہنتا ہے۔کوئی خاص کھانا پکاتا ہے۔اور کچھ لوگ غریبوں میں کھانا تقسیم کر خوشی مناتے ہیں،لیکن ہر جگہ ایک چیز مشترک ہوتی ہے:دعائیں،خوشیاں اور اچھے ارادے۔

بچوں کے لیے نیا سال کیوں اہم ہے؟

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ نئے سال کی آمد سے قبل قدرت بھی اپنا رنگ بدل رہی ہوتی ہے؟ سردیوں میں درخت اپنے پتے گرا کر سو جاتے ہیں،بالکل ایسے جیسے وہ پرانے سال کی تھکاوٹ اتار رہے ہوں۔ پھر جب نیا سال آتا ہے،تو کچھ ہی ہفتوں بعد بہار کا موسم آ جاتا ہے۔ پھول کھلتے ہیں اور کوئلیں کوکنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ قدرت کا نیا سال منانے کا طریقہ ہے۔قدرت ہمیں سکھا رہی ہے کہ پرانی چیزیں چھوڑ کر نئی شروعات کرنی چاہیے۔

ٹھیک اسی طرح ہماری زندگی میں بھی نیا سال خاص ہوتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کی نئی شروعات نئی امیدوں کے ساتھ کرتے ہیں۔مثلاً: پچھلی جماعت سے ترقی حاصل کر کے نئی جماعت میں پڑھنا،یا نیا نصاب سیکھنا،اچھی عادتیں اپنانا، نئی سرگرمیوں میں حصہ لینا اور اپنی غلطیوں کو قربان کر کے آگے بڑھنا۔ نیا سال ہم کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ جو ہو گیا وہ گزر گیا، اب آگے کا سوچو۔اگر پچھلے سال آپ کی کوئی کاپی خراب ہو گئی تھی،یا امتحان میں نمبر کم آئے تھے،یا کسی دوست سے لڑائی ہوئی تھی تو نیا سال آپ کو موقع دیتا ہے کہ آپ بہتر بن جائیں۔

نیا سال کیسے منائیں؟

بچو! نئے سال میں سب سے پہلا کام ہے اپنے گھر والوں، دوستوں اور اساتذہ کے ساتھ وقت گزارنا۔آپ اپنے والدین کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں، اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ کھیل سکتے ہیں،اساتذہ سے مل کر مبارک باد پیش کر سکتے ہیں اور اپنے دوستوں کو دعوت دے سکتے ہیں۔ ایسے بچے کو کھانا کھلا سکتے ہیں جس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ جب ہم دوسروں کو خوش دیکھتے ہیں تو ہم خود بھی بہت خوش ہوتے ہیں۔ یہ خوشی کا احساس ہمارے دل کو گدگدا دیتا ہے اور ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔

جب آپ اپنے پیاروں کے ساتھ ہوتے ہیں تو دل میں خوشی کی ایک نئی چمک پیدا ہوتی ہے۔اس چمک کو ہم 'محبت' کہتے ہیں۔محبت کا جشن منانا ہی حقیقی نئے سال کا مطلب ہے۔ نئے سال میں ایک اور خوبصورت روایت ہے 'آتش بازی' آسمان میں رنگ بکھیرتے فوجی شرارے ہمیں یہ یاد دلاتے ہیں کہ زندگی بھی رنگوں سے بھری ہوئی ہے لیکن یہ یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ آتش بازی صرف اسی وقت اچھی لگتی ہے جب ہم اسے محفوظ طریقے سے دیکھیں۔ ہم اپنے بڑوں کی بات سن کر، دور سے دیکھ کر اور اپنے کانوں کو بچا کر ہی اس خوشی میں شامل ہوں۔

پیارے بچو! نیا سال منانے کا مطلب صرف آتش بازی، پارٹیاں اور مزے مزے کے کھانے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اپنے اندر جھانک کر دیکھنے کا ایک موقع بھی ہے۔ آئیے،اس سال چند اہم کام کرتے ہیں:

پرانے سال کا جائزہ

* اس سال آپ نے کیا کچھ نیا سیکھا؟ کون سی نئی کتاب پڑھی؟
* کون سی اچھی عادتیں سیکھیں؟ شاید وقت پر سونے کی، یا اپنا سامان خود سنبھالنے کی۔
* کہاں کہاں غلطیاں کیں؟ کسی دوست سے لڑائی ہوئی؟ امتحان میں اچھے نمبر نہ لے سکے؟

نئے عہد اور مقاصد (Resolutions)

ہر سال کے شروع میں ہم اپنے لیے کچھ چھوٹے چھوٹے ہدف مقرر کرتے ہیں۔ یاد رہے، یہ ہدف ایسے ہونے چاہئیں جو پورے ہو سکیں:

* میں روزانہ اپنا ہوم ورک وقت پر کروں گا، سبق دہراؤں گا، اور اچھی طرح پڑھوں گا۔
* روزانہ اچھی اور نئی کتابیں پڑھوں گا۔
* میں روزانہ چند منٹ حسب ضرورت ہی موبائل فون استعمال کروں گا/گی۔
* میں ہمیشہ سچ بولوں گا/گی چاہے کوئی مجھے ڈانٹے۔

ان وعدوں کا ایک خوبصورت چارٹ بنا کر اپنے کمرے میں لگا دیں۔ ہر ماہ دیکھیں کہ آپ اپنے ہدف کے کتنے قریب پہنچے ہیں۔

معافی مانگنا اور معاف کرنا

نیا سال ایک صاف ستھرا آغاز ہے۔ اگر آپ نے پرانے سال میں کسی کا دل دکھایا ہے، کسی سے جھوٹ بولا ہے، یا کسی کی کوئی چیز چرالی ہے، تو اس سے معافی مانگ لیں۔ اسی طرح اگر کسی نے آپ کا دل دکھایا ہے، تو آپ بھی اسے دل سے معاف کر دیں۔ اس سے آپ کا دل ہلکا اور خوش ہو جائے گا۔

نیا سال اور ہماری ذمہ داریاں

پیارے بچو! ہم سب مل کر ایک معاشرے کا حصہ ہیں۔ نیا سال صرف اپنے بارے میں سوچنے کا نہیں، بلکہ دوسروں کے بارے میں سوچنے کا بھی نام ہے۔

❖ جانوروں کے بارے میں سوچیں: اس سردی میں پرندے اور بلیاں بھوک سے تڑپ رہے ہوں گے۔ اپنے گھر کی بالکونی یا باغیچے میں ان کے لیے پانی اور دانا رکھ سکتے ہیں۔

❖ اپنے ماحول کے بارے میں سوچیں: آپ عہد کر سکتے ہیں کہ زمین ہمارا گھر ہے۔ اسے صاف رکھنا، درختوں سے محبت کرنا اور پانی کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم اپنے آس پاس کا ماحول صاف رکھیں گے۔ کچرا ادھر ادھر نہیں پھینکیں گے اور درخت لگانے میں بڑوں کی مدد کریں گے۔

عزیز بچو! وقت ایک انمول خزانہ ہے۔ یہ کبھی واپس نہیں آتا۔ نیا سال دراصل ہمیں یہی یاد دلانے آتا ہے کہ ہم اپنے وقت کی قدر کریں۔ ہر لمحہ سیکھنے، بڑھنے اور دوسروں کی مدد کرنے میں لگائیں۔ دعا ہے کہ یہ نیا سال آپ کے لیے صحت، خوشی، کامیابی اور علم کے روشن چراغ لے کر آئے۔

■

Dr. Fahim Ashraf
TGT Urdu
MANUU Model School,Falaknuma
Hyderabad-500053(Telangana)
Mob.: 9785265771
Email: f.ashraf777@gmail.com

نسیم سعید

باغبانی اور اسکولی کچن گارڈن

پیارے بچو! باغ قدرت کی کاریگری کا ایک عمدہ نمونہ ہے، جہاں کے رنگین، خوشنما اور پرسکون ماحول انسان کے دل و دماغ کو باغ باغ کر دیتے ہیں۔ اس کے قدرتی مناظر، پھلوں اور پھولوں کی خوشبوئیں اور رنگ آرائیاں ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ بلندترین سایے دار گھنے درختوں سے لے کر پودوں وجھاڑیوں کی انواع واقسام یہاں پائی جاتی ہیں۔ گویا باغ ہر لحاظ سے قدرت کے انمول خزانوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ صبح و شام پرندوں کے چہچہاتے دلکش نظارے، خاموش سحر انگیز فضا میں منڈلاتی تتلیاں کسے پسند نہیں۔ یہاں پائے جانے والے پالتو جانوروں کے درمیان مختلف گوشوں سے آنے والی طرح طرح کے کیڑے مکوڑوں وحشرات کی عجیب وغریب آوازیں ہر ایک انسان کی کشش کا مرکز ہوتی ہیں۔

پیارے بچو! قدرت کے وجود کا مکمل احساس ہوتا ہے باغوں میں اور انسانوں کے دل و دماغ کو بیک وقت تبدیل کر دینے کی صلاحیت کے اعلیٰ ترین مظاہر دیکھنے کو باغوں کی سیر میں ملتے ہیں۔ ہر موسم اپنی الگ رعنائیاں بکھیرتا ہے باغوں میں۔ اس کی ہر شے اپنی طرف متوجہ کر کے قدرتی ماحول کی اہمیت وافادیت سے ہمیں باور کراتی ہے۔

بچو! موجودہ دور کے قدرتی وسائل کے تحفظ کے عالمی تناظر میں عالمی حرارت اور آب وہوا میں دن بہ دن ہونے والی تبدیلیوں کے مدنظر ایک انسان کی زندگی کے روزانہ کے معمول میں باغ اور باغبانی کے پیشے کی اہمیت کافی بڑھ گئی ہے۔ آج قدرتی ماحول کا تحفظ ایک عالمی مسئلہ بن گیا ہے۔ موجودہ دور کی دنیا کے قدرتی ماحولیاتی نظام کی حفاظت کا موثر طریقہ ہے باغبانی کرنا۔ یہی وجہ

ہے کہ باغبانی اور اس کے ہنر وفن کو آج پرائمری سطح سے لے کر اعلیٰ تعلیمی سطح تک حکومتِ ہند کی نصابِ تعلیم کا ایک اہم بنیادی جُز قرار دیا گیا ہے۔ سماجی علوم، ماحولیات اور سائنس وتکنیک کی کسی بھی سطح کی نصابی درسی کتاب باغبانی، کاشتکاری اور اُس پر مشتمل قدرتی وسائل کے تحفظ اور جدید تکنیک کے استعمال کو فروغ دینے کے ساتھ صنعت وحرفت کی دُنیا اُس کے بنیادی تذکرے کے بغیر نامکمل ہے۔ اس لحاظ سے آج ہر شہری و دیہی طالب علم کو حکومتی سطح پر باغبانی کی بنیادی تعلیم کے حصول کی طرف توجہ مرکوز کرنا اُس کی تربیت کے بنیادی عناصر میں شامل کر دیا گیا ہے۔

بچو! آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مرکزی حکومت ہند اور ملک کی تمام صوبائی حکومتوں کے تعلیمی محکموں نے سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں خصوصاً اسکولوں و مدارس میں دورانِ تعلیم بچوں میں باغبانی کی سمت دلچسپی و توجہ پیدا کرنے کے لیے نصابی تعلیم کے ساتھ فلاحی اسکیموں کو فروغ دیا ہے۔ ہر طالب علم کو قدرت سے قریب کرنے، ان کے لیے دوپہر کے کھانے کا اہتمام کرنے اور غذائیت کی کمی کو دور کرنے کے مقصد سے مرکزی حکومتِ ہند نے 15 اکتوبر 2019 کو وطن کے ہر ایک اسکول میں حیاتی طریقے سے 'اسکول پرس باغ' یا 'اسکول کچن گارڈن' کے آغاز کا حکم صادر کیا تھا۔ حکومتِ مہاراشٹر نے بھی 11 جولائی 2023 کو ریاست بھر میں اس منصوبے پر عمل درآمد کا اعلان کیا تھا۔

'پرس باغ' کے لیے ہم چھوٹا باغ یا باغیچہ کی اصطلاح استعمال کر سکتے ہیں۔ لفظ 'پرس' کا مطلب پاس یا قریب ہوتا ہے اور باغ کی معنی باغیچہ ہے۔ اسکول پرس باغ کا مفہوم اسکول میں یا اسکول کے احاطے میں یا اسکول کے قریب یا اسکول کے پیچھے کے حصے میں موجود باغیچہ ہوتا ہے۔ اسکول احاطے میں میسر جگہوں پر سبزیوں، پھلوں اور ادویاتی پودے اُگانا ہی اسکول کچن گارڈن کا بنیادی مقصد ہے۔ اس سے بچوں میں کھیتی باڑی کرنے کے اصولوں، اُس کی محنتوں، حیاتی پیداواروں اور ماحول کے تحفظ کے تئیں سنجیدہ ہو کر سمجھنے کی صلاحیتیں فروغ پاتی ہیں۔ بچوں میں بچپن سے ہی علمِ نباتات سے متعلق لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ بچوں کی خاطر دلچسپی اور اُمنگ سے بھرپور حکومت کے اس منصوبے کے مطابق اسکولوں کے احاطوں میں ایسے باغیچوں کا لگانا ہے، جہاں کی حاصل شدہ تازہ پیداوار کو ہی طالب علموں کے طعام ظہرانہ میں شامل کیا جا سکے۔ اس سے بچوں میں کم عمر میں ہی کھیتی باڑی کرنے، کاشت کاری کے ہنر سے واقف ہونے، خود کو محنتی بنانے، حیاتی پیداوار کو فروغ دینے اور ماحول میں ہونے والی تبدیلی کے اثرات کو سمجھنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ اس پہل کو فروغ دینے کے لیے مقابلوں کے تحت اسکولوں کو نقد انعامات بھی دیے جاتے ہیں، جس میں بچوں کی شرکت ضروری ہوتی ہے۔

ہر اسکول کے احاطے میں کچن گارڈن بنانے کی حکومت کی پہل ایک اچھا قدم ہے۔ بچوں کی ہمہ جہت ترقی کی خاطر اسکول کی انتظامیہ اور دیگر فلاحی تنظیموں کی جانب سے اس اسکیم کا خوش دلی سے استقبال یقیناً معاشرے کی بہتر سوچ کی علامت ہے۔ اس سے بچوں میں قدرتی ماحول سے اپنے آپ کو مربوط رکھنے کا خوش آمیز تجربہ حاصل ہوتا ہے اور ساتھ ہی صحت بخش عناصر سے بھرپور

سبزیوں اور پھلوں کا ذائقہ بھی نصیب ہوتا ہے۔

مقامی خود اختیاری اداروں خصوصاً ضلع پریشد، نگر پریشد، بلدیہ، پنچایت سمیتی، نگر پنچایت اور نجی اسکولوں میں کچن گارڈن کے نظریے کو عملی جامع پہنانے کے لیے ماہرینِ ماحولیات کی رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں شعبہ زراعت کے ملازمین کی بھی خدمات حاصل کرکے بچوں کی رہنمائی کی جاسکتی ہے۔ تاکہ ان میں بچپن سے ہی قدرت سے قریب ہونے اور اپنی ضروریات کے لیے خود کفیل بننے کا موقع مل سکے۔ بھارت ایک زرعی ملک ہونے کی حیثیت سے باغبانی اور کاشت کاری کے طفیل جدید زرعی تکنیکوں کا استعمال آج تعلیمی شعبے کی ضرورت کے ساتھ ہی 'خود کفیل بھارت' کے لیے ایک اچھی پہل ہے۔ بہرحال بچوں کی ہمہ جہت ترقی کا آغاز بچپن اور ابتدائی تعلیم سے ہوتا ہے، جہاں ان میں اپنے قدرتی ماحول سے فطری لگاؤ کے شوق کو بیدار کرنا نہایت ضروری ہے۔

پیارے بچو! آج اسکولی کچن گارڈن کا بنیادی مقصد ملک کے اسکولوں کے بچوں میں باغبانی کرنے کی سمت دلچسپی پیدا کرنے کے لیے بہتر اور کارآمد اقدامات کرنا ہے۔ مسابقاتی مقابلے منعقد کرکے ان میں زرعی و باغبانی محنت، لگن اور شوق کے جذبے کو پروان چڑھانا ہے۔ 'پردھان منتری شکتی نرمان یوجنا' کے تحت تمام اسکولوں میں نونہالوں کو اپنی مقوی غذا خود حاصل کرنے کے لیے ان ہی کے ذریعے اُگائے جانے والی حیات بخش سبزیوں اور پھلوں کو ترجیح دینا ہے۔ صرف ریاست مہاراشٹر کے چوبیس ہزار سے زیادہ اسکولوں کے علاوہ ملکی سطح پر زیادہ تر

اسکولوں میں 'پرس باغ' لگانے کا عمل شروع ہے۔

پیارے بچو! یاد رکھیے۔ اسکولی کچن گارڈن کے فوائد درج ذیل ہیں:

1 تازہ اور غذائیت سے بھرپور صحت بخش سبزیوں اور پھلوں کی جستجو آپ لوگوں میں بیدار ہوتی ہے۔
2 ہمارے ابتدائی پیشے زراعت سے متعلق انسیت پیدا ہوتی ہے۔
3 زراعت اور باغبانی کے جدید طریقوں سے آگاہی ہوتی ہے۔
4 قدرتی ماحول اور اُس کے ضروری اجزا کے بارے میں عملی جانکاری حاصل ہوتی ہے۔
5 مستقبل قریب کے زرعی لحاظ سے معاشی منصوبہ بندی اور ذرائع آمدنی کے طرح طرح کے وسائل معلوم ہوتے ہیں۔
6 صنعت وحرفت میں زراعتی شعبوں کی مداخلت اور جدید زرعی تکنیک کے بارے میں جاننے کا موقع ملتا ہے۔
7 انسان کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کے وسیلے حاصل ہوتے ہیں۔
8 بھارت کے لیے روایتی زرعی طریقوں کے ساتھ ہی جدید زرعی میدان میں ان گنت ترقی سے ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں شمار ہونے کا راستہ صاف ہوتا ہے۔

بچو! باغبانی کرنے اور پھلوں و سبزیوں کی پیداواریت کے دوران ہمیں آب وہوا میں تبدیلیوں سے متعلق ضروری معلومات حاصل ہوتی ہے۔ آب وہوا کے موافق ومطابق حیاتی و نامیاتی کھادوں کے استعمال اور پھلوں و سبزیوں کی ان گنت انواع واقسام کی اگائی کے لیے راہ ہموار ہوتی ہے۔

پیارے بچو! آؤ ہم یہ عہد کریں کہ اپنے بچپن میں اسکول کے ایام میں اپنے اساتذہ اور والدین کی رہنمائی میں اسکولوں کے احاطوں اور گھروں کے آنگن میں بطور شوق ہی قدرت سے لگاؤ کے جذبے کے ماتحت تھوڑی بہت باغبانی کرنے کے فرائض کو ضرور انجام دیں گے۔ موسم باراں و سرما اس اچھے کام کے لیے بہت موزوں ہوتا ہے۔ اپنے اس نیک کام کے عوض ملک کے ابتدائی پیشے زراعت و باغبانی کو از سرِنو طریقوں سے عوام میں مقبول بنائیں گے۔ جھونپڑوں، گھروں اور بنگلوں میں بھی اس کے ذریعے قدرتی ماحول کی بقا میں اہم کردار ادا کریں گے۔ ہمارا یہی قدم زوال پذیر قدرتی ماحول کے تحفظ کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ کچن گارڈن کی تحریک کو فروغ دینا اس سلسلے کی ایک عمدہ کڑی ہے۔

بڑے پیمانے پر موٹے اناج کی کاشت کرنا بھی آج ہمارے ملک کے کاشت کاروں کے لیے عمدہ قدم ہے۔ بڑھتے درجہ حرارت پر لگام لگانا، قدرتی ماحول کی حفاظت کرنا، ملک کی زوال پذیر معیشت کو قابو میں رکھنا جیسے بے شمار موضوعات پر دسترس حاصل کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے اقدامات پر عمل کرنا ہی ہمارا اولین مقصد ہونا چاہیے۔

■

Naseem Sayeed
M M Rabbani High School
Kamptee - 441002 (Maharashtra)
Mob.: 7798274366
sayeednaseem.2561970@gmail.com

سینان بیلسیری

طلبہ پر سوشل میڈیا کے اثرات

دنیا دن بہ دن بدل رہی ہے۔سائنس اور ٹیکنالوجی بھی بہت ترقی کر رہی ہے۔کوئی بھی ملک جس نے ترقی یافتہ ملک ہونے کی شہرت حاصل کی ہے اس کے پاس مضبوط ٹیکنالوجی ہے۔ ہر ملک اپنی ٹیکنالوجی کو زیادہ سے زیادہ پھیلا رہا ہے اور دوسرے ممالک کے سامنے اپنی طاقت ثابت کر رہا ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ آنے والے دور میں مضبوط ٹیکنالوجی ضروری ہے، ہر ملک مسابقتی ذہانت کے ساتھ اس کے لیے کام کر رہا ہے۔اس کے نتیجے میں عام لوگوں کے طرز زندگی میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ نیوز چینلز کی آمد اور سوشل میڈیا کی تشکیل ان میں سے چند ہیں۔انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کی ترقی نے لوگوں پر بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ چونکہ معلومات دنیا کے مختلف حصوں میں آزادانہ طور پر دستیاب ہیں، اس لیے لوگوں میں ان کو وافر مقدار میں استعمال کرنے کا شوق بڑھ گیا ہے۔

سوشل میڈیا کا ظہور انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کی ترقی میں ایک سنگ میل ہے۔فیس بک اور انسٹاگرام جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ہر عمر کے لوگوں کی ضرورت بن چکے ہیں۔ یہ اپنے خیالات اور آرا کو لوگوں تک پہنچانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں۔آج اگر دیکھا جائے تو ایک ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے کہ ہم سوشل میڈیا پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں اور انھیں اپنا مستقل ساتھی سمجھتے ہیں۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی وقت چیزیں رونما ہو جائیں، وہ لمحوں میں ہم تک پہنچ جاتی ہیں۔سوشل میڈیا بڑی کمپنیوں اور دیگر اداروں کے لیے اپنے اداروں کو لوگوں سے متعارف کرانے اور انھیں اپنا حصہ بنانے کی وجہ بنتا جا رہا

ہے۔ اس کے ذریعے تعلیمی سرگرمیوں کے میدان میں شاندار تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ آن لائن کلاسز کے آغاز سے طلبہ اور اساتذہ میں میڈیا کا استعمال بڑھ گیا ہے۔ محض علم حاصل کرنے سے زیادہ، سوشل میڈیا کو آج کل لطف اندوزی کے ایک ذریعہ کے طور پر بڑے پیمانے پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ بڑوں اور بچوں کے لیے اپنی زندگی کو پرلطف اور پرجوش بنانے کے لیے ایک مفید آلہ بن گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال تناؤ اور سر درد سے بھری زندگی سے نجات دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ میڈیا کے استعمال میں دلچسپی لیتے ہیں۔

ایک سکے کے دو رخوں کی طرح سوشل میڈیا کے بھی اپنے فوائد اور نقصانات ہیں۔ جب کہ کچھ لوگ اسے دنیا بھر کے لوگوں تک اپنے خیالات، منصب اور دیگر مفید معلومات پہنچانے کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، بعض لوگ اسے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے اور جھوٹی خبریں پھیلا کر انھیں الجھانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ صارفین کی اکثریت اپنے طرز زندگی اور ذاتی معلومات کا اشتراک کرنے میں خوشی محسوس کرتی ہے۔ جب ہمیں اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کو ایسے لوگ بڑے پیمانے پر استعمال کر رہے ہیں جو 'پہنچنے' کے لیے کچھ بھی کرنے سے نہیں ہچکچاتے اور لوگوں کو تقسیم کرنے میں کوئی جرم محسوس نہیں کرتے، تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے انسانیت کو کتنا نقصان پہنچتا ہے۔ سوشل میڈیا پر لذت حاصل کرنے والوں کو اس حقیقت کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہم اپنے اردگرد بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو کسی ڈیجیٹل فراڈ کا شکار ہو کر زندگی کی خوشی اور سکون کھو بیٹھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ٹیکنالوجی کے غلط استعمال سے پیدا ہوئے مسائل کو سمجھنے اور ان کے خلاف اپنا دفاع کرنے سے قاصر ہیں۔

طالب علموں میں سوشل میڈیا بالخصوص 'انسٹاگرام' کا استعمال ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ بچے جو پہلے کھیتوں اور ندیوں میں خوشیاں تلاش کرتے تھے اب ایسے میڈیا پلیٹ فارم پر وقت ضائع کر رہے ہیں۔ انھیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مستقبل کو مؤثر طریقے سے تشکیل دینے کے لیے اپنی زندگی کا ایک 'سنہری وقت' ضائع کر رہے ہیں۔ اسکرین کی بے جالت طلبا کے مطالعے اور کردار پر بہت زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ وہ لوگوں کے ساتھ براہ راست بات چیت کرنے اور معاشرے میں مفید کام کرنے سے قاصر ہیں، اور وہ ایک 'انٹروورٹ' رویہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ وہ اپنی پڑھائی پر خاطر خواہ توجہ دینے اور اپنی فضیلت ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ زیادہ تر طالب علم انسٹاگرام اور دیگر سائٹس پر چھپے محبت کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ایسی برائے نام محبت میں پڑنے والے اپنی پرائیویٹ تصویریں بھی شیئر کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ جو لوگ اپنے گرد و پیش کے بارے میں سوچے بغیر اس میں پڑ جاتے ہیں وہ اس بات کا احساس کرتے ہیں کہ انھوں نے کتنا شدید غصہ دکھایا ہے جب انھیں احساس ہوتا ہے کہ انھیں دھوکہ دیا گیا ہے۔ یہ خودکشی اور اندرونی تنازعات کا باعث بنتے ہیں۔ ہم بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح کے مسائل طلبہ

میں ذہنی دباؤ کا باعث بنتے ہیں اور ان کا مستقبل خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔

طلبہ کو درپیش اس مصیبت میں والدین کا حصہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اکثر والدین اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ ان کے بچے سوشل میڈیا کو کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے والدین سمجھتے ہیں کہ سوشل میڈیا کا استعمال نئی نسل کی دنیا کا ایک لازمی حصہ ہے۔انہیں اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا پر کتنے متحرک ہیں اور سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے استعمال میں کس حد تک کام لیں۔زیادہ سے زیادہ والدین چھوٹی عمر میں اس طرح کے میڈیا کے استعمال کو اپنی عادت بنا رہے ہیں۔اس سے ان کی لت میں اضافہ ہوتا ہے۔ہمیں اپنے بچوں کے ساتھ کھلا رویہ دکھانا چاہیے اور ان سے کھل کر بات کرنے کے لیے وقت نکالنا چاہیے۔ اس طرح کی سرگرمیوں سے بچوں کی ہم سے وفاداری بڑھے گی اور وہ ہم سے اپنے معاملات کے بارے میں کھل کر بات کرنے کا انداز اور رویہ حاصل کریں گے۔ اگر ہم نے اپنے بچوں کے سوشل میڈیا کے استعمال کو کنٹرول نہیں کیا اور ان پر صحیح توجہ نہیں دی تو ہم مستقبل کے وعدوں سے ضرور محروم ہو جائیں گے۔

■

Mohd Senan K
Air Manglam (P O), Balsari
Calicut- 673612 (Kerala)
Mob.: 9037957342
mhsinankomath@gmail.com

کوثر صدیقی

تمنا ایک بچے کی

روشنی کا منار[1] بن جاؤں
ساری دنیا کو راہ دکھلاؤں
سب کو بخشوں میں دھوپ سے راحت
صحرا[2] صحرا میں ابر بن جاؤں
ختم کردوں اندھیرا دُنیا سے
چاندنی بن کے جگ پہ چھا جاؤں
ساری دنیا کو درسِ[3] الفت دوں
پیار کی اک کتاب بن جاؤں
دوں سہارا میں سب غریبوں کو
بوڑھے لوگوں کی لاٹھی بن جاؤں
ختم کردوں جہاں سے نفرت کو
پھول بن کر میں پیار مہکاؤں
میرے معبود[4] مجھ کو دے توفیق[5]
سب کے دکھ اور سکھ میں کام آؤں

■

Kausar Siddiqui
Dabistan-e-Bhopal
79, A, Ginnori Main Road
Bhopal - 462001 (Madhya Pradesh)
Mob.: 9926404171

مشکل الفاظ کے معانی

1 منار: نور کا اونچا ستون جو جہازوں کو راہ دکھانے کے لیے سمندر میں بنایا جاتا ہے۔
2 صحرا: جنگل
3 درسِ الفت: پیار کا سبق
4 معبود: خدا
5 توفیق: حوصلہ، ہمت

نظمیں

محمود اختر جلالپوری

بچپن میں وہ پڑھنے کا مزہ ہم سے پوچھیے

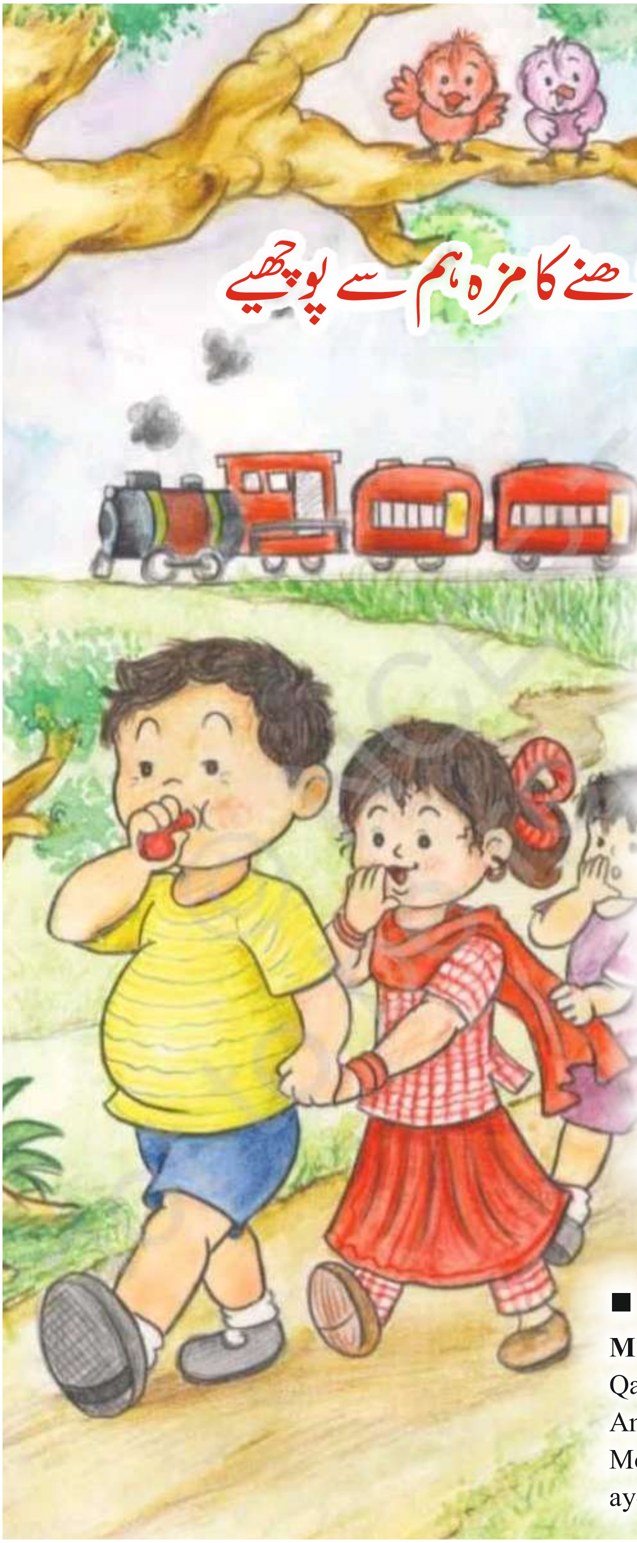

بچپن میں وہ پڑھنے کا مزہ ہم سے پوچھیے
ہر بات پہ لڑنے کا مزہ ہم سے پوچھیے

اسکول کو جانے کے لیے صبح سویرے
وہ نیند میں اٹھنے کا مزہ ہم سے پوچھیے

ہے یاد ہمیں آج بھی وہ قصہ کہانی
نانی سے وہ سننے کا مزہ ہم سے پوچھیے

جاتے تھے جو نانی کے یہاں یاد ابھی ہے
وہ ناؤ پہ چڑھنے کا مزہ ہم سے پوچھیے

چاچو کی جو شادی میں بہت دھوم مچی تھی
وہ رات میں جگنے کا مزہ ہم سے پوچھیے

جاتے تھے آم توڑنے جب باغ میں اختر
وہ پیڑ سے گرنے کا مزہ ہم سے پوچھیے

■

Mahmood Akhtar Jalalpuri
Qazipura, Jalalpur
Ambedkar Nagar- 224149 (UP)
Mob.: 9506316688
ayeshafatma.jlp2340@gmail.com

شمیم انجم وارثی

علم کی اہمیت

پیارے بچو یہ نیک کام کرو
علم کی روشنی کو عام کرو

علم رب کا پتہ بتائے گا
اور نبیؐ سے تمھیں ملائے گا
عظمتِ والدین سے تم کو
باخدا آشنا کرائے گا
علم کا دل سے احترام کرو
علم کی روشنی کو عام کرو

علم چاندی ہے علم سونا ہے
علم ہیرے کا اک کھلونا ہے
دولتِ علم جس کے پاس نہیں
اس کی قسمت میں صرف رونا ہے
اس سے حاصل کوئی مقام کرو
علم کی روشنی کو عام کرو

علم آئینۂ محبت ہے
علم تہذیب کی علامت ہے

■

Shamim Anjum Warsi
Warsi Manzil, 237/2, Arabindo Pally
P.O: Garulia -743133
Distt.: 24 PGS (North) (West Bengal)
Mob.: 9339680799
shamimanjumw@gmail.com

خان حسنین عاقب

بادام کا درخت

(گھر میں لگے بادام کے درخت کے گرائے جانے پر)

رخصت ہوا ہے آج وہ سب کو رُلا کے بیچ
پینتیس سال قبل جو بویا تھا لا کے بیج
پہلے شمار ہوتا تھا تیرہ نہ تین میں
ہاتھوں سے اپنے جس کو لگایا زمین میں
بچے کی جیسے کرتے ہیں محنت سے پرورش
کرنے لگے سب اس کی محبت سے پرورش
اک بیج سے وہ پودا بنا، پھر بنا درخت
دو تین سال میں وہ تناور ہوا درخت
آنے لگے جو پھل تو پھر آتے چلے گئے
پھل بھی تھے میٹھے، سب کو لبھاتے چلے گئے
بے حد سخی تھا، پھل بھی وہ دیتا تھا بے حساب
اس کی سخاوتوں پہ لکھی جائے گی کتاب
جب تک رہا وہ، اس پہ پھلوں کی بہار تھی
رحمت خدا کی اس پہ یوں ہی بے شمار تھی
چڑیوں کے چہچہے تھے، پرندوں کے زمزمے
سائے میں اس کے لگتے تھے بچوں کے قہقہے
آنکھوں میں اشک ہیں میرے، یہ دل اداس ہے
رخصت ہوا ہے، پھر بھی میرے دل کے پاس ہے
گھر کا ہی ایک فرد تھا، وہ نام کا درخت
گھر میں اُگا تھا اپنے جو بادام کا درخت
ماحول کو بچاتا اگر ہے تو بس درخت
ہم ایک کی جگہ پہ لگائیں گے دس درخت

■

Khan Hasnain Aqib
Principal, G N Azad Urdu, D.Ed. College
Pusad - 445204 (Maharashtra)
Mob.: 9423541874
hasnainaaqib2@gmail.com

نظمیں

اسرار اللہ انصاری

میٹھے بول

یہ دنیا ہے پوری گول
لوٹ کے آئیں اپنے بول
بچو! بولو کوئی بول
پہلے لینا اس کو تول
سوچ سمجھ کر بات کرو
قول میں نہ ہو کوئی جھول
لفظ جو نکلیں میٹھیں ہوں
منہ میں نہ رکھو کڑوا گھول
کہلاؤ گے خوش گفتار
ہوجاؤ گے تم انمول
یہ دنیا ہے پوری گول
لوٹ کے آئیں اپنے بول

■

Dr. Asrar Ullah Ansari
Head, Dept. of Urdu
Swami Vivekanand Government PG College
Neemuch - 458441(Madhya Pradesh)
Mob.: 9753210869
asrar1607@gmail.com

خطاب عالم شاد

پیڑ

آؤ عہد کریں ہم
اور پاس بھی رکھیں ہم
یہ پیڑ کٹ نہ جائے
کچھ ایسا ہی کریں ہم

اس کے ہی دم سے دائم
آب و ہوا ہے قائم

اس کے بغیر سانسیں
ہم سب کی چل نہ پائیں
یہ پیڑ زندگی ہے
ہم پیڑ کو بچائیں

■

Khattab Alam Shad
Osman Manzil, H No: 387/1/166
Sthir Para Road West, Purbasha
Po: Kankinara -743126
Distt: North 24 Parganas (West Bengal)
Mob.: 9339966186
khattabalamshad@gmail.com

یاسین انصاری

وقت کی آواز

لکھا ہے لفظوں کے اُجالے سے
ذکر ہے وقت کے حوالے سے
اہمیت اس کو دیجیے صاحب
وقت کی قدر کیجیے صاحب
لمحہ لمحہ گزرتا رہتا ہے
طے سفر وقت کرتا رہتا ہے
وقت سے کوئی بھی نہیں بڑھ کر
وقت ہوتا بہت ہے طاقتور
وقت پر کس کی بادشاہت ہے
اصل میں وقت کی حکومت ہے
وقت کرتب عجب دکھاتا ہے
انگلیوں پر ہمیں نچاتا ہے
خار کو پھول کر بھی سکتا ہے
وقت زخموں کو بھر بھی سکتا ہے
اس میں کتنے چھپے ہوئے ہیں راز
سُن کے تم سمجھو ’وقت کی آواز‘
وقت پر سارے کام ہوتے ہیں
وقت کے سب غلام ہوتے ہیں
وقت کے ساتھ چلنا ہے دشوار
ہے بہت تیز وقت کی رفتار
دن بھی ہوتا ہے رات ہوتی ہے
وقت کی سب یہ بات ہوتی ہے
وقت کی چال ہی نرالی ہے
ہر ادا وقت کی مثالی ہے
وقت ہی تجربے کراتا ہے
ہم کو جینے کے ڈھب سکھاتا ہے
وقت جب کرتا مہربانی ہے
شادماں کرتا زندگانی ہے
وقت جب نظریں پھیر لیتا ہے
ہم کو مشکل میں گھیر لیتا ہے
وقت کی کوکھ میں ہے کیا جانے
کون جانے ہے یہ خدا جانے
بات میری یہ آپ بھی سمجھو
وقت کو سب سے قیمتی سمجھو

■

Yaseen Ansari
Karanpura, Bah Adda
Near: Shorawal Girls Inter College
Etawah- 206001 (UP)
Mob.: 9690433139
my130199@gmail.com

سبق آموز کہانیاں

ایک شہزادے کی سخاوت

ایک شاہزادے کو بہت سی دولت اپنے باپ سے ترکہ میں ملی۔ اس نے دل کھول کر روپیہ خرچ کیا اور خوب سخاوت کی۔ فوج اور رعایا کی بھلائی کے لیے بہت سا مال صرف کر دیا۔

اگر بتی کو ڈبیہ کے اندر بند رکھا ہے تو اس کی خوشبو نہیں پھیلے گی مگر جب وہ آگ میں جلائی جاتی ہے تب عنبر کی طرح عمدہ خوشبو دیتی ہے۔

اگر تم بڑے صاحب عزت بننا چاہتے ہو تو سخاوت کرو، اس لیے کہ جب تک تم کھیت میں دانہ نہ بکھیرو گے اناج نہیں اُگے گا۔

شاہزادے کے پاس بیٹھنے والے لوگوں میں سے ایک نا تجربہ کار شخص نے شاہزادے کو نصیحت کرنا شروع کیا اور کہا۔ پہلے بادشاہوں نے اس دولت کو بڑی محنت سے جمع کیا تھا اور اس کو ملک کی ضرورت کے لیے محفوظ کر رکھا تھا۔ تم اس کو خرچ کرنے سے ہاتھ روک لو۔ کیا معلوم آئندہ کیسا موقع پڑ جائے۔ دشمن بھی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ ضرورت کے وقت تم عاجز اور مجبور ہو جاؤ۔

اگر تم اپنا خزانہ لوگوں میں بانٹ دو گے تو گھر والے کو ایک ایک چاول کے برابر حصہ ملے گا اور خزانہ ختم ہو جائے گا۔

کیوں تم ہر ایک سے ایک جو بھر چاندی لے کر جمع نہیں کرتے ہو کہ تمھارے پاس ایک خزانہ جمع ہو جائے۔

شاہزادے کو اس شخص کی بات ناگوار ہوئی۔ سن کر منہ پھیر لیا اور اس کو جھڑک دیا اور کہا خدا نے مجھ کو سلطنت کا مالک بنایا ہے تاکہ خود کھاؤں اور دوسروں میں تقسیم کروں۔ میں چوکیدار نہیں ہوں کہ مال و دولت کی رکھوالی کروں۔

قارون جیسا دولت مند مر گیا جس کے پاس خزانوں سے بھرے ہوئے چالیس مکان تھے۔ اب کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا (کیونکہ وہ ہر وقت دولت بڑھانے کی فکر میں رہتا تھا اور دوسروں کو نہیں دیتا تھا) اور دیکھو! ایران کا مشہور بادشاہ نوشیرواں نہیں مرا کیونکہ وہ بہت انصاف پسند اور سخی تھا۔ اس کا نیک نام آج بھی زندہ ہے۔ لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کا نام عزت سے لیتے ہیں!

نوشیرواں بادشاہ کا انصاف

کہتے ہیں کہ ایک بار ایران کا بادشاہ نوشیرواں شکار گاہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے ملازم کباب پکا رہے تھے۔ اتفاق سے نمک موجود نہ تھا۔ ایک ملازم قریب کے گاؤں سے نمک لینے گیا۔ نوشیرواں نے اس کو ہدایت کی کہ

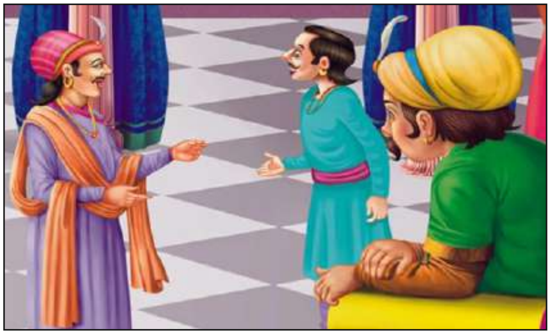

قیمت دے کر نمک لینا تاکہ مفت لینے کی رسم نہ پڑ جائے اور گاؤں ویران نہ ہو۔ مصاحبوں نے کہا تھوڑا سا نمک مفت لینے سے کیا خرابی پڑ جائے گی؟ نوشیرواں نے جواب دیا ظلم کی جڑ دنیا میں زیادہ لمبی نہ تھی اور جو نیا آیا اس کو بڑھاتا گیا۔ یہاں تک کہ اب یہ نوبت آئی کہ دنیا میں ظلم پھیل گیا:

اگر رعایا کے باغ سے بادشاہ مفت میں ایک سیب کھالے گا تو اس کے غلام سارا درخت جڑ سے اکھاڑ دیں گے۔

اگر بادشاہ ظلم وزیادتی سے کسی کا آدھا انڈا بھی لے گا تو اس کی فوج کا سپاہی ہزار مرغوں کے کباب پکا کر مفت کھا جائیں گے۔

غلام کی عقل مندی

ایران کے ایک بادشاہ عمرولیث کا ایک غلام بھاگ نکلا۔ چند آدمی اس کو پکڑنے کے لیے بھیجے گئے۔ وہ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے لے آئے۔ ایک وزیر اس غلام کے خلاف تھا، اس نے بادشاہ سے کہا کہ اس غلام کو قتل کرا دیا جائے تاکہ دوسرے غلام کبھی ایسی حرکت نہ کریں۔

غلام نے سر جھکا کر عمرولیث سے کہا۔ اے بادشاہ!

جو سزا آپ کے حکم سے مجھے دی جائے وہ مناسب او درست ہے۔ آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔ مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ حکم تو آقا ہی دیتا ہے۔

چونکہ میں آپ ہی کے خاندان کے زیرِ سایہ پلا اور بڑھا ہوں، اس لیے میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ میرے قتل کے الزام میں ناحق پکڑے جائیں۔

لہٰذا آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس وزیر کو قتل کر دوں اور آپ اس کے قتل کی سزا میں مجھ کو قتل کرا دیں۔ اس طرح آپ پر میرے ناحق قتل کے الزام نہیں آئے گا۔ بادشاہ کو اس کی بات پر ہنسی آگئی۔ اس نے وزیر سے کہا اب تمھاری کیا رائے ہے؟ وزیر نے جواب دیا۔ اے آقا۔ خدا کے لیے اس بے غیرت غلام کو آزاد کر دیجیے تاکہ یہ مجھے کسی مصیبت میں نہ پھنسا دے۔ غلطی میری ہے۔ عقل مندوں کا یہ قول درست ہے کہ:

جب تم کسی ڈھیلا مارنے والے سے لڑو گے تو یہ سمجھ لو تمھارا سر بھی ضرور پھوٹے گا۔ جب تم دشمن پر تیر چلاؤ گے تو یہ سمجھ لو تم کو بھی نشانہ بنایا جائے گا۔

■

ماخذ: گلستاں کی کہانیاں، **مصنف:** امیر حسن نورانی، **پانچویں طباعت:** 2014، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پرویز شہریار

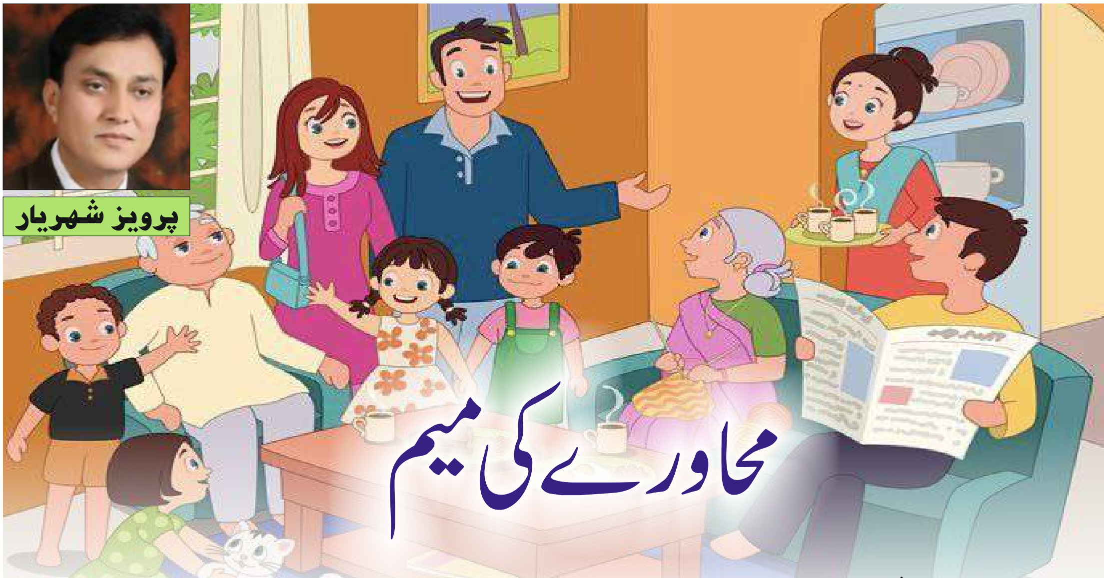

محاورے کی میم

یہ کئی سال پرانی بات ہے۔ جب میں بہت چھوٹا تھا، بالکل آپ جیسا، پانچویں جماعت کا طالب علم، ہمارے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا، جسے آپ لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کو بھی یہ قصہ سن کر مزہ آئے گا۔

تو، سنو کہانی! موسمِ گرما کی چھٹی میں جب رضوانہ ہمارے گھر آئی۔ تب ہم تینوں بھائی بہن اسے ’محاورے کی میم‘ کہہ کر خوب چڑھاتے تھے۔ اس کی چٹیا بھی ہو بہو میم کے دُنبالے جیسی تھی۔ ہم سب اس قدر اسے چھیڑتے کہ وہ روہانسی ہو کر خالہ امّی سے ہماری شکایت لگانے کی دھمکی دیتی، تب ہم امی سے پٹنے کے ڈر سے اپنی شرارتوں سے فوراً باز آجاتے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ ہماری خلیری بہن (خالہ کی بیٹی) رضوانہ جب سے گاؤں سے آئی تھی، وہ ہر وقت محاورے کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑی رہتی تھی۔ اس نے آتے ہی ہمیں ایک تعلیمی کھیل سکھایا تھا۔

ان دنوں خالی وقت میں ہم اکثر انتاکشری کھیلا کرتے تھے۔

ایک دن رضوانہ نے دادا جان کا گول گول شیشے والا چشمہ اپنی آنکھوں پر چڑھایا اور ان کی لمبی سی چھڑی جو دیوار کے کونے میں کھڑی رہتی تھی، اُٹھائی اور کسی نک چڑھی استانی صاحبہ کی طرح ایک ہاتھ اپنی کمر پر اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی پکڑ کر ہمارے سامنے کھڑی ہوگئی۔

ہم اس کی یہ حرکتیں دیکھ کے حیران و پریشان! یا الٰہی ماجرا کیا ہے۔

رضوانہ اپنی کسی استانی کی نقل کرتی ہوئی، گویا ہوئی۔

خاموش!

آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے، تم سب نے۔

اُف ہو، اللہ کی پناہ

کان پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ ناک میں دم کر رکھا ہے، تم سب نے۔

اتنا سننا تھا کہ ہم تینوں بھائی بہن اس کے رعب دار

تیور اور اس کے سخت لہجے سے ایسے متاثر ہوئے کہ بس کچھ نہ پوچھو۔ ہمارے تو ہنس ہنس کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔
ایسی بامحاورہ گفتگو سے ہم پہلی بار متعارف ہو رہے تھے۔
عالم یہ تھا کہ ہم ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے اور وہ یعنی ہماری خلیری بہن رضوانہ ہمیں آگ بگولہ ہو کر اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔

''اُف! کیسے بے ادب ہیں، آج کل کے بچے۔''

وہ خود بھی چھ سات سال کی ننھی سی لڑکی تھی، لیکن پوری ڈرامے کی پوٹلی تھی۔ بات بات پر محاورے استعمال کر رہی تھی۔ ہم نے آخر عاجز آ کے پوچھ ہی لیا۔

''محترمہ!'' آج آپ اس قدر محاورے کے پیچھے ہاتھ دھو کے کیوں پڑی ہوئی ہیں؟

''کوئی خاص بات؟'' میری بہن رضیہ نے دریافت کیا۔ اس پر اسے گھورتی ہوئی۔ پھر لب کشائی کی...

آپ سب کو کچھ یاد بھی ہے؟

آج آپ کی محاورے کی کلاس ہے۔

''اوہو!'' ہم تو بھول ہی گئے تھے۔ میری دوسری بہن بشریٰ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟ آپ کی عقل گھاس چرنے گئی تھی۔''

''دراصل، ہم بھول گئے تھے۔'' میں نے معاملے کو رفع دفع کرنے کے لیے کہا۔

''آپ تو شروع سے ہی ہیں، بھائی بھلکڑ!''

اتنا کہہ کر رضوانہ نے اِٹھلاتے ہوئے، ہمارے سامنے چند قدم چل کر کہا...

یہ دو اشعار پرویز میاں کے لیے ہے۔ آپ سب بھی سن لیجیے۔

دوست ہیں اپنے بھائی بھولکڑ
کام ہے ان کا سارا گڑبڑ
چلتے چلتے رستہ بھولیں
بس میں بیٹھے بستہ بھولیں

اس پر پورا ماحول قہقہہ زار ہوا تھا۔ ہم سب دیر تک ہنستے رہے۔ کچھ دیر بعد رضوانہ حسبِ معمول مسکرائی تو ہم سب نے پوچھا۔ یہ اچانک تمھیں کیا ہو گیا۔
تمھارے اندر تو ایسا لگتا ہے جیسے ٹیچر کی روح حلول کر گئی ہو۔

بشریٰ نے کہا۔ ''بالکل ان ہی کے انداز میں چشمے کے اوپر سے تم گھور رہی تھی۔''

رضیہ نے بھی کہا۔ ''رضوانہ! تم ڈرامے اچھا کر لیتی ہو۔ بچپن سے ہی تم ڈرامے باز رہی ہو۔''

رضوانہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

دیکھو! ''اتنا کشری کب تک کھیلتے رہیں گے، ہم سب'' کبھی اپنے تعلیمی کھیل بھی کھیلنا چاہیے۔ اس سے ہماری موسمِ گرما کی چھٹی کے ہوم ورک بھی حل ہو جائیں گے اور ہم اپنی چھٹیوں سے بھی لطف اندوز ہو پائیں گے۔

''بات تو سچ ہے۔'' رضیہ نے لقمہ دیا۔

ہاں! رضوانہ نے آج پہلی بار کام کی بات کی ہے۔

میرے اس جملے کے ختم ہوتے ہی وہ منھ بنا کر مجھے چڑاتی ہوئی بولی۔

''پرویز میاں! تم تو چپ ہی رہو... کام کے نہ کاج کے، ڈھائی من اناج کے۔''

مجھے غصّہ آ گیا۔ میں نے برجستہ کہا۔

''ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا

کھائے لڈّو بولے پیڑا‘‘

اچھا اچھا، اپنے منھ میاں مٹھو نہ بنو۔

ہم دونوں کی نوک جھونک دیکھ کر ہماری دونوں سگی بہنیں خوب ہنسنے لگیں اور ہنستے ہنستے بولیں۔

واہ! رضوانہ واہ!

تمھارا تو کوئی جواب نہیں

تم نے تو آج واقعی محاورے کی میم پکڑ رکھی ہے۔

’’محاورے کی میم‘‘، رضیہ نے میم کو قدرے کھینچتے ہوئے دہرایا۔

’’محاورے کی میم‘‘، بشریٰ نے بھی دہرایا۔

کچھ ہی دیر میں، دیکھتے ہی دیکھتے ہم چاروں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے ایک دائرے میں گھوم گھوم کر اُچھل اُچھل کر زور زور سے گا رہے تھے۔

محاورے کی میم، محاورے کی میم

میم سے محاورہ اور محاورے کی میم

اس طرح ہمیں جو بھی محاورے یاد تھے۔ ہم جوش اور ترنگ میں اُچھل اُچھل کے گا رہے تھے۔ ہم میں سے کوئی ایک محاورہ کہتا اور اس کے بعد ہم سب اسے باری باری سے دہرا رہے تھے۔

نیم حکیم خطرۂ جان

جان نہ پہچان، میں تیرا مہمان

ایک انار سو بیمار

اندھیر نگری چوپٹ راجہ

ٹکا سیر بھاجی، ٹکا سیر کھاجہ،

پیارے بچو! آپ بھی اسی طرح سے محاورے کی میم کا کھیل، اپنے دوستوں کے ساتھ اسکول میں کھیل سکتے ہیں۔ اس سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور آپ کم سے کم الفاظ میں اپنی بات دوسروں تک مؤثر ڈھنگ سے کہنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہے نا مزے کا کھیل

محاورے کی میم!!

■

Dr. Perwaiz Shaharyar
Flat No: 43-C, Pocket-A
DDA SFS Flats, Sukhdev Vihar
New Delhi- 110025
Mob.: 9910782964
drspahmad@gmail.com

جنگل کی پکار

نعیم فاطمہ

شہر کے قریب ایک جنگل تھا جو خوبصورت اور سرسبز تھا۔ دور سے دیکھنے پر وہ ہرے سمندر کی طرح لہراتا اور قریب جانے پر محسوس ہوتا کہ ہر درخت، ہر پتی اور ہر شاخ جیسے سانس لے رہی ہو۔

صبح کے وقت جب سورج کی پہلی کرنیں جنگل کے پتوں سے چھن کر زمین پر گرتیں تو ایسا لگتا جیسے ہزاروں سنہری تتلیاں اڑ رہی ہوں۔ ہوا دھیمے دھیمے گنگناتی، چڑیوں کے غول آسمان میں اڑان بھرتے اور کوئل کی کوکو ماحول کو نغمے سے بھر دیتی تھی۔

کہیں درختوں میں بندر جھولے ڈال رہے ہوتے تو کہیں ہرن کے بچے نرم گھاس پر دوڑ لگاتے نظر آتے۔ ہاتھیوں کا قافلہ تالاب کی طرف جاتا اور اپنے بچوں پر سونڈ سے پانی چھڑکتا اور خوشی سے چنگھاڑتا۔ پھولوں کے درمیان رنگ برنگی تتلیاں کھیلتی پھرتیں اور ان کی اڑان کے ساتھ ہی خوشبوئیں لہروں کی طرح فضا میں پھیل جاتی تھیں۔

شام کو جب آسمان لال ہونے لگتا تو جنگل کے درختوں کے سائے لمبے ہو جاتے اور چڑیاں اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹنے لگتیں۔ رات ڈھلتی تو چاند کی دودھیا روشنی درختوں کے پتوں پر چھن چھن کر اترتی۔ جگنو زمین پر ایسے چمکتے جیسے آسمان کے ستارے زمین پر اتر آئے ہوں۔ پورا جنگل ایک جادوئی دنیا کی طرح لگتا تھا۔

اسی جنگل کے قریب ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ وہاں ایک بچہ رہتا تھا۔ اس کا نام روحان تھا۔ روحان کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی اور اس کی آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک تھی۔ وہ چمک محبت اور ہمدردی کی تھی۔ اسے جانوروں اور پرندوں سے خاص محبت تھی۔ وہ پرندوں کے پیچھے دوڑتا، تتلیوں سے باتیں کرتا اور ہمیشہ سب کے ساتھ بھلائی کرنے کی سوچتا تھا۔

ایک دن وہ پارک میں کھیل رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک زخمی طوطے پر پڑی۔ طوطا زمین پر گرا درد سے تڑپ رہا تھا کیونکہ اس کا ایک پر لہولہان تھا۔ یہ دیکھ کر روحان پریشان ہو گیا۔ اس نے جلدی سے طوطے کو اٹھایا، اپنے رومال میں لپیٹا اور گھر لے کر آ گیا۔

گھر پہنچ کر اس نے نمک پانی سے طوطے کا زخم

صاف کیا، مرہم لگایا اور اپنی کھڑکی کے پاس رکھ دیا تاکہ اسے تازہ ہوا لگتی رہے۔

کچھ دنوں کی دیکھ بھال کے بعد جب طوطا ٹھیک ہوا تو ایک صبح اس نے روحان کو دیکھا اور بولا ’’شکریہ میرے دوست!‘‘

روحان چونک گیا۔ ’’یہ کیا؟ تم بول سکتے ہو؟‘‘

طوطا مسکرایا، ’’میں تو ہمیشہ سے بول سکتا تھا۔ مگر تم وہ پہلے انسان ملے ہو جو میری بات کو سمجھ پا رہے ہو۔‘‘

اس دن سے روحان اور طوطے میں دوستی ہو گئی۔ روحان روز شام کو پارک میں آتا اور طوطا درخت کی شاخ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا۔ وہ دونوں دیر تک باتیں کرتے رہتے۔ طوطا جنگل کی باتیں سناتا۔ درختوں کی، تالاب کی، پرندوں کے جشن کی اور اس پرسکون دنیا کی جہاں سب مل جل کر رہتے ہیں۔ روحان بہت دلچسپی کے ساتھ طوطے کی باتیں سنتا تھا۔

ایک دن شہر میں اعلان ہوا۔ ’’ہم جنگل کاٹ کر وہاں ہوٹل، پارک، کھیل کے میدان بنائیں گے تاکہ لوگ گھومنے آئیں اور اپنے ساتھ ڈھیر سارا پیسہ لائیں۔ اس سے ہمارا شہر چمک اٹھے گا اور ہم سب ترقی کریں گے۔‘‘

سب لوگ تالیاں بجانے لگے مگر روحان کے دل میں ایک گہری اداسی چھا گئی۔

اس نے سوچا، ’’وہ جنگل تو طوطے کا گھر ہے... وہاں کے سب جانوروں کا گھر!‘‘

وہ دوڑتا ہوا طوطے کے پاس گیا۔ اس کو ساری بات سنائی۔ طوطے کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

’’اگر جنگل کٹ گیا تو ہم سب کے گھر چھن جائیں گے۔ ہم سب کہاں جائیں گے؟‘‘ طوطے نے دھیرے سے کہا۔

طوطا یہ خبر لے کر جنگل پہنچا۔

’’میرے دوستو! انسان ہمارے گھر کو مٹانے آرہے ہیں۔‘‘

پورے جنگل میں جیسے طوفان آ گیا۔ بندر ایک درخت سے دوسرے درخت پر کودنے لگے۔ ہاتھیوں نے زور سے چنگھاڑ ماری اور پرندوں کے غول آسمان میں شور مچانے لگے۔ ہرن کے بچے اپنی ماؤں سے لپٹ گئے اور سانپ اپنے انڈوں کے گرد سختی سے کنڈلی مار کر بیٹھ گئے۔

ایک بوڑھا اُلّو بولا، ’’کیا واقعی انسان ہمیں یہاں سے نکال دیں گے؟‘‘

مور نے کہا، ’’کیا ان کے دل میں ذرا بھی رحم نہیں بچا؟‘‘

سب کے چہروں پر خوف اور آنکھوں میں آنسو تھے۔

تب طوطا بولا، ’’مایوس نہ ہو میرے دوستو! میں ایک ایسے انسان کو جانتا ہوں جو ہماری زبان سمجھتا ہے۔ جو ہمارا دوست ہے۔‘‘

سب حیران رہ گئے۔ ’’کیا واقعی کوئی انسان ایسا بھی ہے؟‘‘

طوطے نے جنگل باسیوں کو روحان کی ساری کہانی سنائی۔ کیسے اس نے اسے بچایا۔ کیسے زخم پر مرہم لگایا اور دوستی نبھائی۔

طوطے کی بات سن کر جنگل میں امید کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سب نے طوطے سے کہا، ’’جاؤ اور اس بچے کو بلا لاؤ!‘‘

اگلے دن طوطا آیا اور اس نے روحان کو بتایا۔ روحان نے بغیر دیر کیے کہا، ’’فکر مت کرو میرے دوست!

میں تم سب کی آواز بنوں گا!''

وہ اپنے ماں باپ کے پاس گیا۔ ان سے بات کی مگر انھوں نے کہا، ''بیٹا، یہ بڑے لوگوں کے فیصلے ہیں۔''

روحان خاموش نہ بیٹھا اور شہر کے بڑے لوگوں سے ملنے چلا گیا۔ لیکن سب نے ہنس کر کہا، ''ارے یہ تو بس لکڑیوں کا جنگل ہے۔ درختوں اور جنگلوں سے بھلا ہمارا کیا رشتہ؟''

اور پھر ایک دن جب شہر کے لوگ مشینیں اور کلہاڑیاں لے کر جنگل کی طرف بڑھے تو سب جانور اپنے بچوں کے ساتھ جنگل کے کنارے جمع ہو گئے۔ وہ بول نہیں رہے تھے مگر ان کی آنکھوں میں فریاد تھی۔ تبھی روحان ان کے بیچ آ کر مشینوں کے سامنے آ کھڑا ہوا اور اونچی آواز میں کہا:

''رک جاؤ!''

سب لوگ چونک گئے۔ روحان نے کہنا شروع کیا۔

''آپ لوگ یہ جنگل کیوں کاٹنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ سب بھول گئے کہ یہی درخت ہمیں سانس لینے کے لیے آکسیجن دیتے ہیں؟ یہی زمین کو ٹھنڈا رکھتے ہیں۔ یہی بارش لاتے ہیں اور یہی پرندوں اور جانوروں کا گھر بنتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اگر کسی دن کوئی آ کر آپ کے گھر کو اجاڑ دے تو آپ پر کیا گزرے گی؟

یہ جنگل صرف لکڑیوں کا ڈھیر نہیں ہے۔ یہ زندگی کا گہوارہ اور ہمارا سہارا بھی ہے۔ یہ ہمیں سایہ دیتا ہے۔ کھانے کو پھل دیتا ہے۔ دواؤں کے لیے جڑی بوٹیاں دیتا ہے۔ یہی درخت ہمارے لیے ہوا کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ آپ لوگ اگر اسے کاٹ دیں گے تو صرف جانوروں کا نہیں بلکہ انسانوں کا مستقبل بھی مٹا دیں گے۔''

روحان کے الفاظ جنگل کی فضا میں گونجنے لگے۔

پرندے چپ ہو گئے۔ سب کچھ جیسے ٹھہر سا گیا ہو۔

شہر کے لوگ خاموش کھڑے رہے۔ کچھ لوگوں کی آنکھوں میں شرمندگی اور کچھ کے دلوں میں پچھتاوا تھا۔ پھر ایک بزرگ نے کہا:

''یہ بچہ ہم سب سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ ہم واقعی خود غرض ہو گئے تھے اور اپنی ترقی کی لالچ نے ہمیں اندھا بنا دیا تھا۔''

سب نے ایک آواز ہو کر کہا، ''ہم جنگل نہیں کاٹیں گے اور ہم سب مل جل کر رہیں گے۔''

اتنا کہنا تھا کہ پورا جنگل خوشی سے جھوم اٹھا۔ چڑیاں نغمے گانے لگیں، ہرن اچھلنے لگے اور مور اپنے پنکھ پھیلا کر ناچنے لگے۔

تبھی طوطا اپنے ساتھی پرندوں کے ساتھ اڑتا ہوا آیا۔ تمام پرندوں نے مل کر پھولوں سے ایک خوبصورت تاج بنایا اور انھوں نے اسے روحان کے سر پر رکھ دیا۔

طوطے نے کہا، ''تم نے صرف جنگل نہیں بچایا روحان! بلکہ انسانیت کو بھی جگا دیا ہے۔''

اس رات جب چاندنی درختوں پر پڑی تو سب نے یہ محسوس کیا کہ جیسے قدرت خود مسکرا رہی ہو اور مسکراتے ہوئے روحان کا شکریہ ادا کر رہی ہو......

■

Naim Fatima
F-129/5, FF, Shaheen Bagh, Jamia Nagar
Okhla, New Delhi - 110025
Mob.: 9650912110
naimfatima4@gmail.com

با تصویر کہانی

قسط 1

داستاں گو آیا ہے

مصنف: رتن سنگھ

مصور: فجر الدین

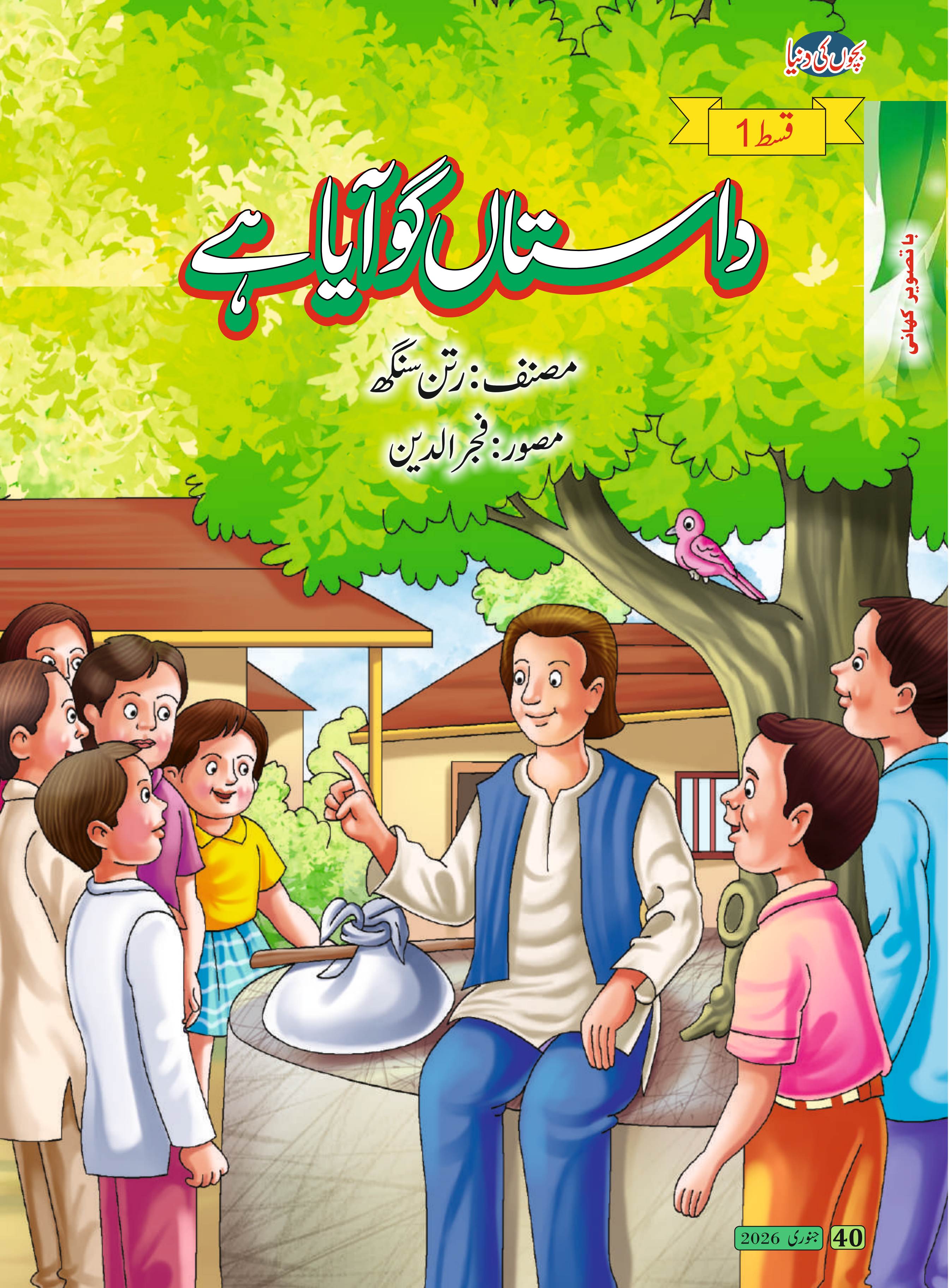

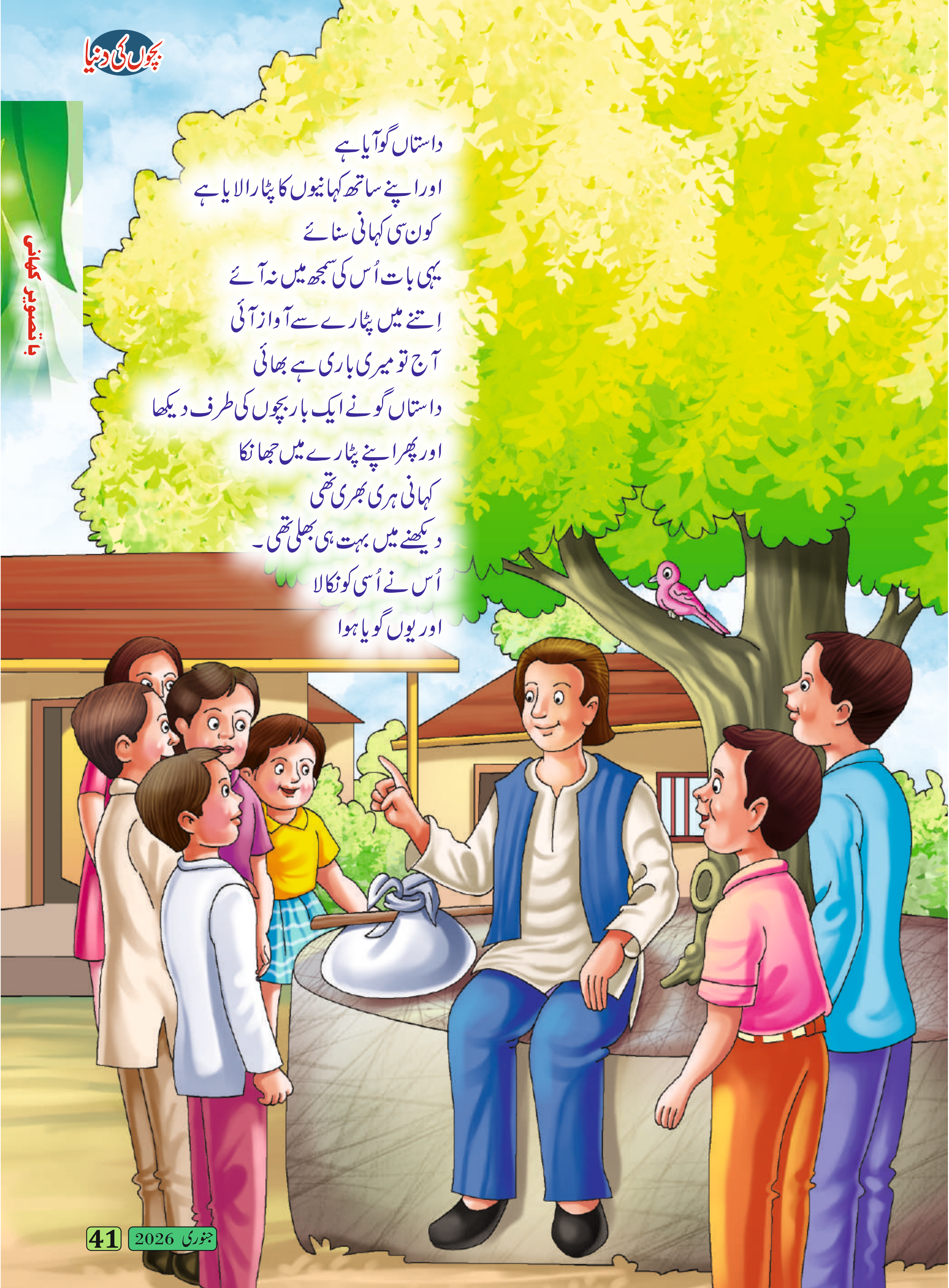

داستاں گو آیا ہے
اور اپنے ساتھ کہانیوں کا پٹارا لایا ہے
کون سی کہانی سنائے
یہی بات اُس کی سمجھ میں نہ آئے
اِتنے میں پٹارے سے آواز آئی
آج تو میری باری ہے بھائی
داستاں گو نے ایک بار بچوں کی طرف دیکھا
اور پھر اپنے پٹارے میں جھانکا
کہانی ہری بھری تھی
دیکھنے میں بہت ہی بھلی تھی۔
اُس نے اُسی کو نکالا
اور یوں گویا ہوا

باتصویر کہانی

واہ واہ! کیا کہانی ہے
سمجھ لو۔ 'پوری' زِندگانی ہے
یہ تب کی بات ہے، جب دھرتی پر بنسپتی کا راج تھا
اور جنگل اِس راج کا سرتاج تھا۔
آپ جانتے ہیں مگر پھر بھی بتاتا ہوں
زِندگی کے بھید کو پھر سے دُہراتا ہوں۔
جنگل ہی ہیں جو زِندگی کو خوشبوؤں سے مہکاتے ہیں۔
اور ہواؤں کو پاک صاف بناتے ہیں
صاف لفظوں میں کہوں تو اِسی سے جاندار زِندگی پاتے ہیں۔
تو بچو! ہُوا کچھ ایسا
کہ ایک تھا لکڑہارا
کلہاڑی کندھے پر رکھ کر جنگل میں جاتا تھا
اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا تھا۔
لکڑہارے کی کلہاڑی جب پیڑ پر پڑتی تھی
تو پیڑ کی جان نِکلتی تھی۔
اُسے بڑا درد ہوتا تھا
اور وُہ ہزار آنسو روتا تھا۔

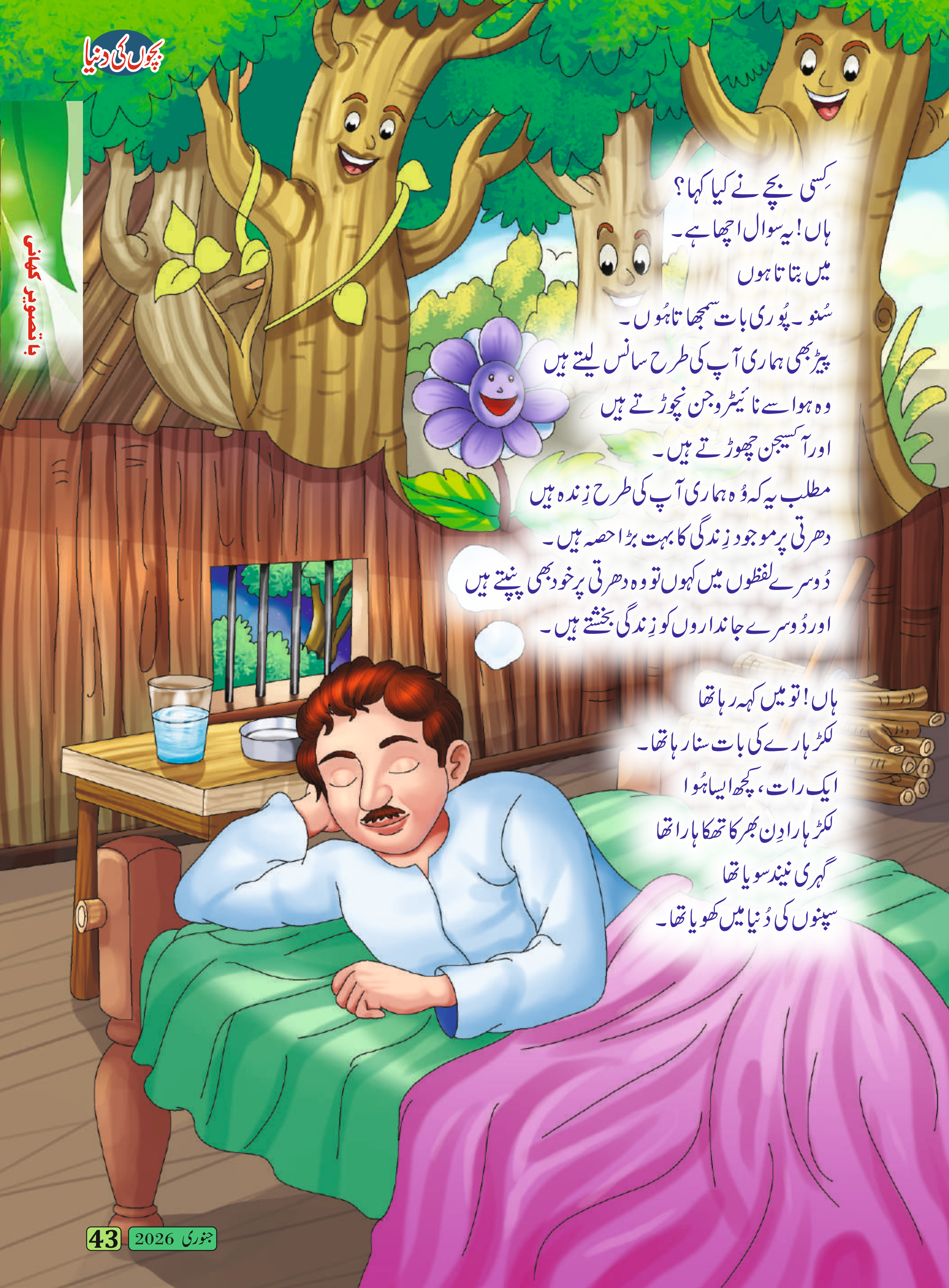

کِسی بچے نے کیا کہا؟
ہاں! یہ سوال اچھا ہے۔
میں بتاتا ہوں
سُنو۔ پُوری بات سمجھاتا ہُوں۔
پیڑ بھی ہماری آپ کی طرح سانس لیتے ہیں
وہ ہوا سے نائیٹروجن نچوڑتے ہیں
اور آکسیجن چھوڑتے ہیں۔
مطلب یہ کہ وُہ ہماری آپ کی طرح زِندہ ہیں
دھرتی پر موجود زِندگی کا بہت بڑا حصہ ہیں۔
دُوسرے لفظوں میں کہوں تو وہ دھرتی پر خود بھی پنپتے ہیں
اور دُوسرے جانداروں کو زِندگی بخشتے ہیں۔

ہاں! تو میں کہہ رہا تھا
لکڑہارے کی بات سنا رہا تھا۔
ایک رات، کچھ ایسا ہُوا
لکڑہارا دِن بھر کا تھکا ہارا تھا
گہری نیند سویا تھا
سپنوں کی دُنیا میں کھویا تھا۔

سپنوں میں آپ جانتے ہیں کہ ایسا اکثر ہوتا ہے
کہ آدمی کسی اور ہی دنیا میں جا پہنچتا ہے
لیکن لکڑہارے کے ساتھ کچھ ایسا ہُوا
سپنے میں بھی وُہ ایک بہت بڑے جنگل میں پہنچ گیا۔
جنگل کیا تھا، ایک پوری دُنیا بسی ہُوئی تھی
لکڑ ہارا تو اُسے دیکھ کر دیکھتا رہ گیا
یُوں کہہ لیجیے کہ بھونچکا سا ہو گیا۔
کہیں کیکر تھا، کہیں لسوڑھا تھا
کوئی ننھا سا پَودا تھا، کوئی صدیوں بُوڑھا تھا۔

کہیں چندن کے پیڑ مہک رہے تھے
کوئی ننھا سا پودا تھا، کوئی صدیوں بوڑھا تھا۔
کہیں چند کے پیڑ مہک رہے تھے۔
تو کہیں پیڑوں پر لگے پھول چہک رہے تھے۔
کہیں بڑے سے پیڑ پر پتلی سی بیل چڑھی تھی
اور کسی پیڑ کی داڑھی زمین میں گڑی تھی۔
غرض یہ کہ چھوٹے یا بڑے
پھولوں سے لدے یا کانٹوں سے بھرے
سب کے سب مِل جُل کر ایسے رہتے تھے۔
جیسے وہ ایک ہی جِسم کے حصّے تھے۔

جنگل کیا تھا، زِندگی کا ہنستا ہُوا چہرہ تھا
ہر طرف خوشیوں کا پہرہ تھا۔
کہانی کا لکڑ ہارا، دیکھ دیکھ کر حیران
بار بار اُس کے مُنہ سے نکلے ۔یا مولا۔ تیری شان۔
پھر اُس نے سوچا
اور خود کو کہتے سُنا
کہ آدم کی زِندگی میں ایسا کیا ہے

کہیں راستے روشن ہو گئے ہیں اور کہیں اندھیرا چھا گیا ہے
کوئی سُکھوں کی نیند سوتا ہے اور کوئی دُکھوں کے اندھیرے میں بھٹک رہا ہے۔

لکڑ ہارے نے اِتنا تو سوچ لیا۔
مگر اِس کے آگے نہ بڑھ سکا
آخر تو بیچارہ صرف لکڑ ہارا تھا
وُہ لکڑی کاٹنے کے تصوّر میں بھٹک گیا۔
اور اُس نے سوچا
میرے پاس کلہاڑی ہوتی تو ایک بوجھ لکڑی کاٹ لیتا۔

باقی آئندہ ......

محمد خلیل

تل کی جسمانی افادیت

تل سے ہم بھی واقف ہیں۔ یہ صدیوں سے استعمال ہوتے رہے ہیں۔ کچھ لوگ تو تل کو صرف تیل حاصل کرنے کا ذریعہ مانتے ہیں، جب کہ تل ہمارے جسم کے لیے نہایت مفید ہے۔تل کی تاثیر گرم ہوتی ہے۔اس لیے سردیوں میں اس کا استعمال زیادہ کیا جاتا ہے۔تل تین طرح کے ہوتے ہیں۔چھلکے والا تل، کالا تل، بغیر چھلکے والی سفید تل۔سبھی تل کی اپنی خاصیت ہوتی ہے اور اس کے استعمال کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں۔مثلاً کالے تل سے کھانے کے لیے لڈو بنائے جاتے ہیں جب کہ سفید تل سے مٹھائیاں تیار کی جاتی ہیں۔ یہ چھونے پر ٹھنڈا محسوس ہوتا ہے۔کالے تل کو سب سے زیادہ خصوصیات والا سمجھا جاتا ہے، جب کہ سفید تل کو درمیانی خصوصیات کا خیال کیا جاتا ہے۔ہم میں کم لوگ اس بات سے واقف ہوں گے کہ تل میں کئی طرح کے مقوی اجزا پائے جاتے ہیں جو صحت کے لیے نہایت مفید ہیں۔تل میں دودھ کے مقابلے تین گنا زیادہ کیلشیم پایا جاتا ہے۔کیمیائی اجزا کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سو گرام تل میں پچیس گرام تیل، دس گرام لوہا، اٹھارہ گرام پروٹین، 1.5 گرام کیلشیم کی مقدار ہوتی ہے۔اس کے علاوہ تل میں میگنیشیم، حیاتین اے اور بی بھی ہوتا ہے۔تل دوسرے اناجوں کے ساتھ مل کر امینو ایسیڈ بناتا ہے۔جو میٹابالزم (Metabolism) کو درست کرتا ہے۔

تل کو مختلف طریقوں سے ادویاتی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔یہ گٹھیا، جسمانی گیس کی تکلیفوں اور جسمانی اعضا میں درد کو دور کرتا ہے۔کالے تل کی ایک خاص مقدار کو کچھ طے مقدار، مثلاً 80 گرام کالا تل، 20 گرام اخروٹ، پندرہ گرام سونٹھ، اخروٹ اور سونٹھ کو کوٹ کر طبی ماہر کی رائے سے لڈو کی شکل میں صبح شام استعمال کرنے سے کافی حد تک درد میں افاقہ ہوتا ہے۔ زیادہ پیشاب آنے کی شکایت کو بھی تل دور کرتا ہے۔

تل کے ہزار فائدے ہیں، خاص طور پر سردیوں میں اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس موسم میں بچوں کو زیادہ پیشاب کی شکایت ہو جاتی ہے۔ بعض بچے رات کو بستر پر پیشاب کر دیتے ہیں۔ ان کو آدھا چمچہ روزانہ تلوں کا استعمال اس مرض سے نجات دلاتا ہے۔ اسی طرح عمر رسیدہ لوگ بھی سردیوں کے باعث اس موسم میں بار بار پیشاب کے عارضے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اُن لوگوں کے لیے تل کے لڈو بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو یہ اعصابی کمزوری کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ اس طرح مفید ثابت تل اعصاب کو طاقت بخشتے ہیں۔

تلوں کا استعمال پھیپھڑوں اور کھانسی کے لیے مفید ہے۔ یہ جسم کو موٹا کرتا ہے۔ تیل جلد کی رنگت کو نکھارتا ہے اور خارش کو ختم کرتا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ تل میں حیاتین اور پروٹین موجود ہیں۔ یہ دونوں اجزا جلد ہضم ہونے والے ہیں، جن کے کوئی مضر اثرات نہیں۔ ہم تلوں کو گوشت کے فائدہ کا نعم البدل کہہ سکتے ہیں۔ اس کے پتے اور پھول بھی مفید ہیں۔ اس کے پتے بالوں کو مضبوط کرتے ہیں، اس کے لیے تازہ پتوں کو لے کر کوٹ لینا چاہیے اور بالوں میں ملنا چاہیے۔ یہ عمل بالوں کی سیاہی کو عرصہ تک باقی رکھتا ہے۔ تل جسمانی اور دماغی دونوں طرح سے صحت کو بہتر رکھتا ہے۔ تل میں ایسے کیمیائی اجزا موجود ہیں جو نکسیر کو روکنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ مغربی ملکوں میں تلوں سے طاقت کا ایک ٹانک تیار کیا جاتا ہے۔ جو لوگ دماغی کام کرتے ہیں اور اعصابی تناؤ سے متاثر ہیں، ان کے لیے تلوں کا استعمال مفید ہے۔ ہر عمر کے لوگ تلوں کا استعمال یکساں طور پر کر سکتے ہیں۔ تل ہاضم ہے، اس میں لحمیہ (پروٹین) کی مقدار کثیر طور پر موجود ہے جو کسی سبزی میں نہیں ہوتی اور گوشت کی پروٹین سے بھی زیادہ توانائی فراہم کرتی ہے۔ آج کے جدید دور میں اس کے فائدہ کی وجہ سے اس کے استعمال میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔ ہائی پریشر کے لوگوں کو اس استعمال میں احتیاط برتنی چاہیے۔

طبی ماہرین کی رائے کے مطابق تل، نوسادر اور مسری کو ملا کر سفوف یا لڈو کی شکل میں صبح شام پچیس گرام استعمال کر سکتے ہیں۔ کچھ بچے بستر میں سونے کے دوران زیادہ پیشاب کرتے ہیں۔ اس میں بھی تل مفید ہے۔ طبی ماہر کی رائے کے مطابق تل گڑ کی طے مقدار کو اچھی طرح کوٹنا چاہیے، پھر اسے بچے اور بڑے دونوں ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے استعمال سے پیٹ کا قبض بھی جاتا رہتا ہے۔ خواتین کی ہر ماہ کی تکلیف وخون کے خارج ہونے کو ٹھیک کرتا ہے۔ ماہر طب کی رائے کے مطابق طے مقدار بیس گرام کالا تل، دس گرام اجوائن کو پانچ سو گرام پانی میں ابالیں جب یہ سو گرام رہ جائے تو بیس گرام گڑ ملا لیں، ابالنے سے پہلے تھوڑا کوٹنا چاہیے۔ کالے تل، اجوائن کو پانی کے ساتھ ابالیں جب اس کی مقدار کم رہ جائے تو گڑ کے ساتھ ملا کر پانی کی شکل میں ہلکا گرم صبح شام استعمال کریں تکلیف میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ پھوڑے یا کسی زخم کو پکانے کے لیے ضرورت کے مطابق کالے تل کو مناسب مقدار میں پانی کے ساتھ پیس کر اس کی پلٹس بنالیں اور پھوڑے یا زخم پر باندھیں، اس سے پھوڑا جلد پھوٹ جاتا ہے۔ تل کا استعمال اگزیما کے مرض میں بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس کے لیے طب کے

ماہرین کی رائے کے مطابق تل کے تیل کی مقدار چار سو گرام لیں اور کھیر کی جڑ کی چھال سوا سو گرام لیں اس میں جوسفوف کی شکل میں ملالیں، اس کے بعد اس وقت تک تیل کو گرم کریں جب تک جڑ کی چھال نہ جل جائے پھر اسے اتار لیں پھر اسے چھان کر شیشی میں بھر لیں یہ تیل زخم پر لگانے سے تکلیف میں افاقہ ہوگا۔

صبح نہار منہ آٹھ گرام یا اس سے کچھ زیادہ مقدار میں تل کو منہ میں لے کر آہستہ آہستہ چبائیں، جب یہ خوب باریک ہوجائے تو نگل جائیں۔ اس عمل سے دانت کی چمک بڑھتی ہے اور دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ اس عمل کے دوران چائے کا استعمال نہ کریں تو بہتر ہوگا۔

غذائی طور پر تل کا استعمال دنیا کے مختلف ملکوں میں کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اسے تیل کے ساتھ بھون کر ٹوسٹ بریڈ کے ساتھ کھاتے ہیں۔ اسے سبزیوں اور گوشت میں بھی مصالحہ کے طور پر ڈالا جاتا ہے۔ جاپان میں نمک اور کالی مرچ کی طرح کھانے کے ساتھ تل کا بھی لوگ استعمال کرتے ہیں۔ کچھ لوگ تل کی چٹنی بھی کھاتے ہیں۔ تل کی مٹھائیاں ذائقے دار ہوتی ہیں، خاص طور پر تل کے لڈو۔ کچھ لوگ اسے سلاد میں ملا کر کھانا پسند کرتے ہیں کچھ لوگ اسے چاول میں پکا کر کھاتے ہیں۔

تل کو ڈبے میں بند کر کے نہیں رکھنا چاہیے، اس طرح اس میں کیڑے لگنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ تل کو ہلکا بھون کر اچھے ایئر ٹائٹ ڈبے میں رکھیں چونکہ تل میں تیل موجود ہوتا ہے۔ اس لیے اسے آسانی سے بھون سکتے ہیں۔ اس طرح بھنا تل آپ کے پاس ہر وقت موجود ہونے سے آپ اسے اپنے پسند کی غذائی اشیا میں ملا سکتے ہیں۔ اس طرح مختلف غذاؤں میں اس کا ذائقہ بدلتا رہتا ہے۔

تل کے طرح طرح کے فائدے ہیں۔ اس طرح تل کو ہم جسمانی صحت کے لیے کئی طرح سے بے حد مفید پاتے ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوتا کہ تل خاصیت کے نقطۂ نظر سے خوبیوں اور فائدے کی کھان ہے۔

■

Mohammad Khalil
D - 51, Batla House
Jamia Nagar
New Delhi- 110025

جواب

1	لیکوی فائڈ پٹرولیم گیس	2	رائے پور	3	ہندوستان	4	سابرمتی آشرم (گجرات)
5	فٹ بال	6	اتر پردیش	7	راج کپور	8	ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن
9	وٹامن اے اور سی	10	92%	11	گجرات	12	الیکٹرانک ووٹنگ مشین
13	ویری امپورٹینٹ پرسن	14	Angel Falls	15	روڈیم (Rhodium)	16	15
17	ویٹکن سٹی	18	ہاکی	19	دریائے نیل	20	20,000

شمیم مدنی

ماحولیات اور ماحولیاتی نظام

(Ecology and Ecosystem)

بچو ! تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کرہ ارض پر جاندار (Living) اور غیر جاندار (Non-living) سبھی کے لیے قدرت نے فطری عوامل پر مشتمل ایک بہت ہی مربوط اور مستحکم نظام قائم کر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسا پیچیدہ مگر نہایت مربوط نظام ہے جس کو سمجھنے میں ہم انسانوں نے صدیوں کی تاخیر کر دی۔ ہماری تمھاری عمر بہت قلیل ہے۔ کائنات کی ماہیت و حقیقت کا ادراک کرنے کے لیے تو نوح کی عمر بھی ناکافی ہوگی۔ اس لیے آیئے ہم اپنی زمین کے اس فطری مگر پیچیدہ نظام کو سمجھنے کی کوشش کریں جس کو معلم و دانشور ماحولیاتی نظام (Ecosystem) سے موسوم کرتے ہیں۔

Eco یونانی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد زمین کے کسی خطے میں سبھی جاندار (Biotic) اور غیر جاندار (Abiotic) فطرت کے مطابق اپنی انفرادی صفات و خصوصیات کے ساتھ رہتے ہوئے باہم دیگر ایک گہرا ربط رکھتے ہیں۔ ہماری زمین بھی سارے فطری عوامل کا ایک ایسا ہی مشترک گھر ہے جس میں ان تمام عوامل کا ایک بہت ہی مربوط نظام قائم ہے جس کو ماحولیاتی نظام اور اس سے متعلق علم کو ماحولیات کہتے ہیں۔

ماحولیاتی نظام فطری عوامل

(Components of Ecosystem)

ایکوسسٹم کے عوامل دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(الف): جاندار (Biotic) **(ب)** غیر جاندار (Abiotic)

(الف): جاندار عوامل میں انسان کے علاوہ خشکی اور تری میں رہنے والے ہر طرح کے چھوٹے بڑے چرند، پرند، درند نیز پیڑ پودے سبھی شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔

Producers(i): یہ اپنی غذا خود پیدا کرتے ہیں۔ ان میں پیڑ پودے شامل ہیں جو سورج کی شعاعوں اور حرارت سے کاربوہائڈریٹ، پروٹین اور کلوروفل (Chlorophyll) خود تیار کرکے اپنی زندگی کا سامان کرتے ہیں۔

(ii) صارف (Consumer): یہ دو طرح کے ہوتے ہیں:

(a) اولین صارف (جاندار)۔ (Primary Consumers) جو پتے اور گھاس پھوس کھا کر زندہ رہتے ہیں۔ مثلاً بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ وغیرہ۔ ان کو Herbivores کہتے ہیں۔

(b) Secondary Consumers: یہ ثانوی درجے کے صارف یعنی جاندار ہیں جو پرائمری کنزیومر کو اپنی غذا بناتے ہیں۔ یہ گوشت خور حیوانات ہیں مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیا، چیل، باز، شارک وغیرہ۔ ان کو Carnivores کہا جاتا ہے۔

(ب): غیر جاندار عوامل (abiotic components)۔ یہ متعدد ہیں مثلاً خاک یعنی مٹی، پانی، پتھر، معدن، ہوا، گرمی، ٹھنڈک، بھاپ، کہاسا، شبنم، بارش، ژالہ باری، بادل، بارش، آندھی طوفان وغیرہ۔

بچو! اس سلسلے میں سب کچھ بیک وقت جاننا تو بہت مشکل ہے۔ ہاں abiotic عوامل میں سے ہوا کا تھوڑا سا تعارف تمھارے لیے مفید ہوگا۔

ہوا (AIR)

ہمارے چاروں طرف اور سروں کے اوپر جو خلا ہے اس میں متعدد گیسیں بھری ہوئی ہیں۔ ان ہی گیسوں کے مجموعے کو ہوا کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں رکی ہوئی ہوا کو Air اور حرکت کرتی ہوئی ہوا کو Wind کہتے ہیں۔ ہندی میں ٹھہری ہوا کو وایو اور چلتی ہوئی کو پون کہا جاتا ہے۔ فارسی میں اس کو باد کہتے ہیں۔ مگر اردو زبان میں ساکت اور چلتی ہوئی دونوں کو ہوا ہی کہتے ہیں۔

ہوا میں سات گیسیں ہیں۔ ان میں نائٹروجن 78% اور آکسیجن 21% دونوں کو ملا کر 99% حصہ ہوتا ہے۔ باقی ایک فیصد میں ہائڈروجن، آرگن، کاربن ڈائی آکسائڈ، اوزون (Ozone) اور بھاپ (Water Vapour) کا حصہ ہوتا ہے۔ ان سب گیسوں کے مجموعے کو ہی ہوا کہتے ہیں۔ یہ گیسیں آپس میں مل کر جب حرکت کرتی ہیں تو اسی کو ہوا کا بہنا یا چلنا کہتے ہیں۔

ہوا میں متذکرہ گیسوں کے علاوہ دھول، مٹی، نمک، کوئلے نیز پٹرول اور ڈیزل کے جلے ہوئے ذرات بھی شامل ہوتے ہیں۔ جو اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ یہ ہوا میں شامل ہو کر اڑتے رہتے ہیں اور بادلوں کے ننھے مُنے ذرات کو اپنے میں لپیٹ کر پانی کے قطروں میں تبدیل کر دیتے ہیں جو بارش کی شکل میں زمین پر گرنے لگتے ہیں۔ فضا کی اس بلندی پر جہاں درجہ حرارت صفر سے نیچے ہوتا ہے تو بادل کے یہی قطرے برف کے ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر ژالہ (Hail Stone) یعنی اولہ باری کا سبب بنتے ہیں۔

ہوا کے چلنے کا سبب

بچپن میں رامو دھوبی نے بتایا تھا کہ پیڑ ملتے ہیں تو ہوا چلتی ہے۔ بعد میں ماسٹر صاحب نے بتایا کہ جب ہوا چلتی ہے تبھی پیڑ ملتے ہیں۔ چھوڑو یہ تو مذاق تھا۔ ہوا کے چلنے کا سبب دراصل حرارت کی کمی بیشی ہے۔ پوری زمین پر فضائی حرارت ایک جیسی نہیں ہے۔ کہیں کم تو کہیں زیادہ۔ فزکس کا ایک اصول ہے کہ گرمی سے چیزیں پھیلتی ہیں اور ٹھنڈک سے سکڑتی ہیں۔ ہوا بھی گرمی سے پھیلتی اور سکڑتی رہتی ہے۔ جس کے سبب اس کے دباؤ (Pressur e) میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ گرمی سے ہوا پھیلتی اور اوپر اُٹھ جاتی ہے۔ اس وجہ سے اس جگہ ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ اس کو محکمہ موسمیات Low Pressure سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کے برعکس ٹھنڈک سے ہوا سکڑتی اور نیچے اترتی ہے جس کے سبب اس کے دباؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ زیادہ دباؤ کو ہائی پریشر (High Pressure) کہا جاتا ہے۔ جس طرح پانی بلندی سے نشیب کی طرف بہتا ہے اسی طرح ہوا بھی ہائی پریشر سے لو پریشر کی جانب رواں ہونے لگتی ہے۔ ہوا کے چلنے کا یہی سبب ہے۔ فضا میں جب دباؤ یکساں ہو جاتا ہے تو ہوا پرسکون ہو جاتی ہے۔ ہوا کے پریشر کو ناپنے کا آلہ بیرومیٹر (Barometer) ہے۔

ہوا کے فضائی طبقات

درجہ حرارت اور دباؤ کے اعتبار سے ہوا کے کئی طبقات ہیں۔سب سے نچلے طبق Troposphere کہتے ہیں۔سطح زمین سے اوپر اس طبق کا پھیلاؤ خط استوا پر سولہ کیلو میٹر اور قطبین پر محض دس کیلو میٹر تک ہے۔ہوا کا 80 فی صد حصہ اسی طبق تک محدود ہے۔اس کے اوپر بھی ہوا رہتی ہے مگر ہلکی اتنی کہ سانس لینے میں دشواری ہونے لگتی ہے۔اسی لیے ہوائی جہاز کے مسافروں کو اس بلندی پر گیس ماسک سپلائی کیے جاتے ہیں تا کہ ان کو سانس لینے میں دشواری نہ ہو۔

ہوا کا درجہ حرارت (Air Temperature)

بچے سوال کرتے ہیں کہ جب ہم اوپر جاتے ہیں تو سورج سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔اس لیے گرمی میں اضافہ ہونا چاہیے۔مگر تعجب ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔بلکہ بلندی کے ساتھ گرمی کم اور ٹھنڈک بڑھتی جاتی ہے۔یہاں تک کہ پہاڑوں پر برف جم جاتی ہے۔قدرت نے ہم انسانوں اور دیگر حیوانات کے لیے ایسا انتظام کر رکھا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہوا کو گرمی سورج سے نہیں بلکہ زمین سے ملتی ہے۔

سورج جلتی ہوئی ہائڈروجن گیس کا ایک عظیم گولا ہے۔ہائڈروجن جل کر ہیلیم گیس میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔پھر اسی سورج میں Atomic Fusion بھی ہوتا رہتا ہے۔ اس عمل سے سورج میں اتھاہ حرارت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ حرارت الیکٹرو میگنیٹک لہروں کی شکل میں سورج سے خارج ہوتی اور خلا میں پھیلتی ہوئی زمین تک پہنچتی ہے۔چنانچہ سورج سے برقی مقناطیسی شعاعوں کی شکل میں خارج ہونے والے حرارتی عمل کو ارتعاش شمسی یعنی (Solar Radiation) کہا جاتا ہے۔یہی سورج کی روشنی ہے۔سورج کی ان ہی شعاعوں سے زمین کو گرمی ملتی ہے۔جس کا محض 6% ہی ہمیں دھوپ کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔

گلوبل وارمنگ

بچو! یہ سب تو ہے۔مگر قدرت نے زمین کو حرارت کے اعتبار سے مجموعی طور پر معتدل بنا رکھا ہے۔یعنی یہ کہ زمین کو جتنی حرارت سورج سے دستیاب ہوتی ہے وہ سب کی سب رات کے وقت خارج بھی ہو جاتی ہے۔مگر اس کا کچھ حصہ فضا میں محفوظ رہ کر فضا کو اعتدال میں رکھتا ہے۔اس حرارتی اعتدال میں اضافے سے گلوبل وارمنگ (Global warming) کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔جس سے کرہ حیات میں منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ ہم انسانوں نے سائنسی اور تکنیکی ترقی کی دُھن میں ایسے آلات اور مشینیں بنا لی ہیں جو فضائی حرارت عامہ کو متاثر کر رہی ہیں۔خاص طور پر کوئلے، پٹرول اور ڈیزل کے بے تحاشہ استعمال نے فضا کو غیر معمولی طور پر آلودہ کر دیا ہے۔جس سے فضائی حرارت عامہ میں اضافے کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کا مداوا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ پٹرول، ڈیزل اور کوئلے کا متبادل تلاش کرنا ہے۔شمسی اور جوہری توانائی اس مصیبت سے نجات دلا سکتی ہے۔

■

S. Shamim Ahmad Madny
5, Cross road, 10/5, Azad Nagar
P.O: Mango
Jamshedpur- 831012 (Jharkhand)
Mob.: 8969850416
shamim.madny40@gmail.com

ہندوستان نے پہلی مرتبہ خواتین کا عالمی کپ جیتا

سید پرویز قیصر

ہندوستان کی خواتین کرکٹ ٹیم نے جنوبی افریقہ کی خواتین کرکٹ ٹیم کو 52 رنوں سے شکست دے کر پہلی مرتبہ خواتین کا عالمی کپ جیت لیا۔ ہندوستانی ٹیم خواتین کا عالمی کپ جیتنے والی چوتھی ٹیم بنی۔ اس سے پہلے آسٹریلیا نے سات مرتبہ، انگلینڈ نے چار مرتبہ اور نیوزی لینڈ نے ایک مرتبہ خواتین کا عالمی کپ جیتا ہے۔

ہندوستانی خواتین اور جنوبی افریقہ کی خواتین نے پہلی مرتبہ خواتین عالمی کپ کے فائنل میں داخلہ حاصل کیا تھا اس لیے یہ بات طے تھی کہ اس مرتبہ کوئی نئی ٹیم خواتین کے عالمی کپ پر قبضہ جمائے گی۔ نوی ممبئی کے ڈاکٹر ڈی وائی پاٹل اسپورٹس اکیڈمی میں ہوئے فائنل میچ میں جنوبی افریقہ نے ٹاس جیت کر پہلے ہندوستان سے بلے بازی کرائی تھی۔ ہندوستان کی خواتین نے مقررہ 50 اوور میں سات وکٹ پر 298 رن بنائے تھے جو خواتین عالمی کپ فائنل میں دوسرا سب سے بڑا اسکور تھا۔ آسٹریلیا کی خواتین کو خواتین عالمی کپ کے فائنل میں سب سے بڑا اسکور بنانے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس نے کرائسٹ چرچ میں 3 اپریل 2022 کو انگلینڈ کے خلاف مقررہ 50 اوور میں پانچ وکٹ پر 356 رن بنائے تھے۔ جنوبی افریقہ کی سبھی کھلاڑی 45.3 اوور میں 246 رن بنا کر آوٹ ہوئیں جس کی وجہ سے ہندوستان کی خواتین نے پہلی مرتبہ عالمی چمپیئن ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔

دیپتی شرما کی آل راونڈ کارکردگی کی وجہ سے ہندوستان نے فائنل میں جیت اپنے نام کی۔ بائیں ہاتھ کی اس بلے باز نے ہندوستان کی اننگ میں 58 بالوں پر تین چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 58 رن بنانے کے بعد جنوبی افریقہ کی خواتین کی اننگ میں اپنی آف بریک بالنگ سے 9.3 اوور میں 39 رن دے کر پانچ کھلاڑیوں کو آوٹ کیا۔

وہ خواتین عالمی کپ کے فائنل میں نصف سنچری کے ساتھ پانچ وکٹ حاصل کرنے والی پہلی آل راونڈر بنی۔ شیفالی ورما نے 101 منٹ میں 78 بالوں پر سات چوکوں اور دو چھکوں کی مدد سے 87 رن بنانے کے ساتھ ساتھ سات اوور میں 36 رن دے کر دو کھلاڑیوں کو آوٹ کیا۔ جنوبی افریقہ کی جانب سے لورا ولوارڈٹ نے 98 بالوں پر گیارہ چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 101 رن بنائے۔ انھوں نے 14 ویں مرتبہ پچاس سے بڑی اننگ کھیلی جو خواتین عالمی کپ میں سب سے زیادہ پچاس سے بڑی اننگیں تھی۔ وہ عالمی کپ میں دوسری سب سے زیادہ رن بنانے والی کھلاڑی بھی بنی مگر ان کی سنچری جنوبی افریقہ کی خواتین کے کام نہیں آئی۔ خواتین عالمی کپ کے فائنل میں یہ دوسرا موقع ہے جب کسی بلے باز نے سنچری بنائی اور اس کی ٹیم کو شکست ہوئی۔ اس سے پہلے کرائسٹ چرچ میں 3 اپریل 2022 کو انگلینڈ کی نتالی سیور برنٹ نے آسٹریلیا کے خلاف 121 بالوں پر 15 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے آوٹ ہوئے بغیر 148 رن بنائے تھے۔ اس میچ میں انگلینڈ کو 71 رن سے شکست ہوئی تھی۔

دیپتی شرما کو پلیئر آف دی ٹورنامنٹ کا خطاب دیا گیا۔ اس عالمی کپ میں انھوں نے نو میچوں میں 30.71 کی اوسط کے ساتھ 215 رن بنائے اور 20.40 کی اوسط کے ساتھ 22 وکٹ لیے۔

خواتین کا پہلا عالمی کپ مردوں کے عالمی کپ سے دو سال پہلے انگلینڈ میں ہوا تھا۔ 1973 میں ہوئے اس عالمی کپ میں سات ٹیموں نے شرکت کی تھی۔ عالمی کپ میں کوئی فائنل میچ نہیں ہوا تھا اور انگلینڈ نے لیگ میں سب سے زیادہ پوائنٹس کے ساتھ چمپیئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ آسٹریلیا نے لیگ میں دوسرا مقام حاصل کیا تھا اور وہ دوسرے نمبر پر رہی۔ ہندوستان نے اس عالمی کپ میں شرکت نہیں کی تھی۔

خواتین کا دوسرا عالمی کپ ہندوستان میں 1978 میں منعقد ہوا تھا جس میں چار ٹیموں نے شرکت کی تھی۔ اس عالمی کپ میں بھی کوئی فائنل میچ نہیں ہوا تھا اور لیگ میں سب سے زیادہ پوائنٹس کے ساتھ آسٹریلیا نے خطاب پر قبضہ کیا تھا۔ یہ آسٹریلیا کا پہلا خطاب تھا۔ انگلینڈ کو دوسرا، نیوزی لینڈ کو تیسرا اور میزبان ہندوستان کو چوتھا مقام ملا تھا۔

نیوزی لینڈ کو 1982 میں خواتین کے تیسرا عالمی کپ کرانے کا موقع ملا۔ اس عالمی کپ میں پانچ ٹیموں نے شرکت کی تھی۔ گروپ میں پہلی دو پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیموں کے درمیان فائنل میچ کھیلا گیا۔ فائنل میچ میں آسٹریلیا کی خواتین نے انگلینڈ کی خواتین کو تین وکٹ سے شکست دے کر دوسری مرتبہ خطاب پر قبضہ جمایا۔ ہندوستان کی خواتین کو چوتھا مقام حاصل ہوا۔

آسٹریلیا نے 1988 میں اپنے گھر پر تیسری مرتبہ خواتین کا عالمی کپ جیتا تھا۔ اس عالمی کپ میں پانچ ٹیمو ں نے شرکت کی تھی۔ لیگ میں پہلے دو مقام پر رہنے والی ٹیموں نے فائنل میں کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا جبکہ تیسرے اور چوتھے مقام رہنے والی ٹیموں نے تیسرے مقام کے لیے میچ کھیلا۔ آسٹریلیا نے انگلینڈ کو آٹھ وکٹ سے ہرا کر خطاب حاصل کیا جبکہ نیوزی لینڈ نے آئرلینڈ کو 70 رن سے شکست دے کر تیسرا مقام حاصل کیا۔ ہندوستان کی خواتین نے اس ٹورنامنٹ میں شرکت نہیں کی تھی۔

خواتین کا پانچواں عالمی کپ 1993 میں انگلینڈ میں کھیلا گیا تھا جس میں آٹھ ٹیموں نے شرکت کی تھی۔ لیگ میں پہلے دو مقام حاصل کرنے والی ٹیموں نے فائنل میں کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ انگلینڈ نے فائنل میں نیوزی لینڈ کو 67 رن سے شکست دے کر دوسری مرتبہ خواتین کا عالمی کپ جیتا۔ ہندوستان کی خواتین کو چوتھا مقام ملا۔

ہندوستان نے 1997 میں خواتین کا ساتواں عالمی کپ منعقد کرایا جس میں گیارہ ٹیموں نے شرکت کی۔ ہر گروپ سے پہلی چار ٹیموں نے کوارٹر فائنل میں کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ فائنل میں آسٹریلیا نے نیوزی لینڈ کو پانچ وکٹ سے شکست دے کر چوتھی مرتبہ خواتین کے عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ ہندوستانی خواتین کو سیمی فائنل میں آسٹریلیا کی خواتین نے شکست دی تھی۔

نیوزی لینڈ نے پہلی مرتبہ جو خواتین کا عالمی کپ جیتا ہے وہ اس نے اپنے گھر پر 2000 میں ہوئے عالمی کپ میں جیتا تھا۔ اس عالمی کپ میں کل آٹھ ٹیموں نے شرکت کی تھی جن کو ایک ہی گروپ میں رکھا گیا تھا۔ گروپ میں پہلی چار پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیمیں سیمی فائنل میں کھیلنے کی حقدار بنیں۔ نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے درمیان فائنل میچ ہوا۔ نیوزی لینڈ نے آسٹریلیا کو چار رن سے شکست دے کر خواتین کا عالمی خطاب اپنے نام کیا۔ ہندوستان کی خواتین کو سیمی فائنل میں نیوزی لینڈ نے شکست دی تھی۔

جنوبی افریقہ کو 2005 میں پہلی مرتبہ خواتین کا عالمی کپ کرانے کا موقع ملا تھا۔ اس عالمی کپ میں آٹھ ٹیموں نے شرکت کی تھی۔ آسٹریلیا نے ہندوستان کو فائنل میں 98 رن سے شکست دے کر پانچویں مرتبہ خواتین کا عالمی کپ

جیتا تھا۔ ہندوستان کی خواتین نے سیمی فائنل میں نیوزی لینڈ کو اور آسٹریلیا کی خواتین نے انگلینڈ کی خواتین کو شکست دی تھی۔

انگلینڈ نے خواتین کا عالمی کپ تیسری مرتبہ 2009 میں آسٹریلیا میں ہوئے ٹورنامنٹ میں حاصل کیا تھا۔ اس عالمی کپ میں جن آٹھ ٹیموں نے شرکت کی تھی ان کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر گروپ سے پہلی تین ٹیمیں سپر چھ میں کھیلنے کی حقدار بنیں۔ پہلی دو پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیموں کے درمیان فائنل میچ ہوا جس میں انگلینڈ نے نیوزی لینڈ کی خواتین کو چار وکٹ سے شکست دی۔ آسٹریلیا کی خواتین نے ہندوستان کی خواتین کو تین وکٹ سے شکست دی اور تیسرا مقام حاصل کیا۔

ہندوستان کو 2013 میں تیسری مرتبہ خواتین کا عالمی کپ کرانے کا موقع ملا۔ اس عالمی کپ میں آٹھ ٹیموں نے شرکت کی تھی جن کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر گروپ سے پہلی تین ٹیموں نے سپر چھ میں جگہ بنائی تھی۔ سپر چھ میں پہلی دو پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیمیں فائنل میں کھیلنے کی حقدار بنیں۔ آسٹریلیا کی خواتین نے ویسٹ انڈیز کی خواتین کو فائنل میں 114 رن سے شکست دے کر چھٹی مرتبہ خواتین کا عالمی کپ جیتا۔ انگلینڈ کی خواتین نے نیوزی لینڈ کی خواتین کو چار وکٹ سے شکست دے کر تیسرا مقام حاصل کیا۔ ہندوستان کی خواتین کو ساتواں مقام ملا۔

انگلینڈ نے اپنے گھر پر 2017 میں ہوئے خواتین کے عالمی کپ میں چوتھا خطاب اپنے نام کیا تھا۔ اس عالمی کپ میں آٹھ ٹیموں نے شرکت کی تھی جن کو ایک ہی گروپ میں رکھا گیا تھا۔ گروپ میں پہلی چار پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیمیں سیمی فائنل کھیلنے کی حقدار بنی تھیں۔ سیمی فائنل میں انگلینڈ کی خواتین نے جنوبی افریقہ کی خواتین کو دو وکٹ سے اور ہندوستان کی خواتین نے آسٹریلیا کی خواتین کو 36 رن سے شکست دے کر فائنل میں کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ انگلینڈ کی خواتین نے فائنل میں ہندوستان کی خواتین کو نو رن سے شکست دی تھی۔

آسٹریلیا کی خواتین نے ساتویں مرتبہ عالمی کپ 2022 میں نیوزی لینڈ میں ہوئے ٹورنامنٹ میں حاصل کیا تھا۔ اس عالمی کپ میں آٹھ ٹیموں نے شرکت کی تھی جن کو ایک گروپ میں ہی رکھا گیا تھا۔ پہلی چار پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیمیں سیمی فائنل میں کھیلنے کی حقدار بنیں۔ سیمی فائنل میں آسٹریلیا کی خواتین نے ویسٹ انڈیز کی خواتین کو 157 رن سے شکست دے کر فائنل میں داخلہ حاصل کیا۔ دوسرے سیمی فائنل میں انگلینڈ کی خواتین نے جنوبی افریقہ کی خواتین کے خلاف 137 رن سے جیت حاصل کی اور فائنل میں کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ فائنل میں آسٹریلیا کی خواتین نے انگلینڈ کی خواتین کو 71 رن سے شکست دی اور عالمی کپ اپنے نام کیا۔

ہندوستان کی خواتین نے عالمی کپ میں ابھی تک جو 79 ایک روزہ بین الاقوامی میچ کھیلے ہیں ان میں 42 میچوں میں اسے کامیابی ملی ہے۔ 34 میچوں میں شکست ہوئی ہے۔ دو میچ نامکمل رہے ہیں جبکہ ایک میچ ٹائی رہا ہے۔

■

Syed Pervez Qaiser
1407, Qaim Jan Street
Ballimaran
Delhi- 110006
sqaiser@hotmail.com

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہوجائیں گی۔

1. LPG کا فل فارم کیا ہے؟
2. چھتیس گڑھ کی راجدھانی کا نام کیا ہے؟
3. ڈاک گھر کا سب سے بڑا نیٹ ورک کس ملک میں ہے؟
4. گاندھی جی نے نمک ستیہ گرہ کا آغاز کہاں سے کیا تھا؟
5. میراڈونا کا تعلق کس کھیل سے ہے؟
6. ہندوستان کی کس ریاست میں بینک کی سب سے زیادہ شاخیں ہیں؟
7. ہندی فلموں کا چارلی چیپلن کسے کہا جاتا ہے؟
8. ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ کا نام بتائیں؟
9. پپیتا میں کون سا وٹامن پایا جاتا ہے؟
10. تربوز میں کتنا پرسینٹ پانی ہوتا ہے؟
11. ہندوستان کا سب سے بڑا بندرگاہ کہاں واقع ہے؟
12. EVM کا فل فارم کیا ہے؟
13. وی آئی پی کا فل فارم کیا ہے؟
14. دنیا کے سب سے بلند جھرنے کا نام کیا ہے؟
15. دنیا کی سب سے قیمتی دھات کا نام کیا ہے؟
16. رگبی فٹ بال میں ایک ٹیم کی طرف سے کتنے کھلاڑی ہوتے ہیں؟
17. رقبہ کے حساب سے سب سے چھوٹے ملک کا نام بتائیں؟
18. میجر دھیان چند کا تعلق کس کھیل سے ہے؟
19. دنیا کا سب سے لمبا دریا کون سا ہے؟
20. انسانی جسم روزانہ کتنی بار سانسیں لیتا ہے؟

(جواب صفحہ نمبر 49 پر ملاحظہ فرمائیں)

دریائے نیل: دلچسپ معلومات

براعظم افریقہ میں مصر کو سیراب کرنے والا تاریخی اہمیت کا حامل دریائے نیل دنیا کا سب سے بڑا دریا ہے۔ مصر کی عظیم تہذیب کا آغاز اسی دریا کے کنارے سے ہوا اور اس تہذیب نے دنیا بھر کی ثقافت وتہذیب پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ دنیا کو مصر کا تحفہ دینے والا یہ دریا اس وقت 11 ممالک اور 40 کروڑ افراد کی مختلف آبی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔

آئیں آج اس عظیم دریا کے بارے میں کچھ حیران کن حقائق جانتے ہیں:

6 ہزار 6 سو 70 کلو میٹر کے فاصلے پر محیط یہ دریا افریقہ کی سب سے بڑی وکٹوریہ جھیل سے نکلتا ہے۔ اس علاقے میں بارش بہت ہوتی ہے، لہٰذا یہاں بہت گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ ان جنگلات میں ہاتھی، شیر، گینڈے جنگلی بھینسے ہرن نیل گائے، دریائی گھوڑے اور مگر مچھ وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ اس علاقے کو نیشنل پارک کا درجہ حاصل ہے۔

جب یہ دریا سوڈان میں داخل ہوتا ہے تو اس کی رفتار بہت سست ہوجاتی ہے، کیونکہ دریا ایک زبردست دلدل سے گزرتا ہے۔ یہ دلدل دنیا کی سب سے بڑی دلدل تقریباً 700 کلو میٹر طویل ہے۔ یہاں ایک قسم کی گھاس پاپائرس پائی جاتی ہے جو پورے دلدل پر چھائی رہتی ہے۔

یہ گھاس اتنی گھنی اور مضبوط ہے کہ اس پر ایک ہاتھی بھی کھڑا ہو جائے تو وہ نیچے نہیں جائے گا اور سیدھا کھڑا رہے گا۔ دریا کا پانی گھاس کے نیچے نیچے بہتا ہے۔ یہاں سارس، بگلے اور پانی میں رہنے والی مختلف چڑیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

دریائے نیل کے سارے معاون دریا حبشہ کے پہاڑوں سے نکل کر اس میں شامل ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اور اہم دریا نیلا ہے اور نیل کہلاتا ہے۔ یہ دریا حبشہ میں جھیل تانا سے نکلتا ہے اور فوراً بعد آبشار کی صورت میں ایک نہایت گہری کھائی میں گرتا ہے اور بہتا ہوا خرطوم کے مقام پر دریائے نیل میں مل جاتا ہے۔ خرطوم کے بعد اتبارا کے مقام پر اتبارا نام کا ایک اور دریا دریائے نیل میں شامل ہوتا ہے۔ یہ بھی حبشہ کے پہاڑوں سے جھیل تانا کے قریب سے نکلتا ہے۔

خرطوم کے بعد دریائے نیل میں کئی اتار آتے ہیں، یہ تقریباً 6 مقامات پر ہیں۔ دریا کی تہہ میں مضبوط اور نوکیلی چٹانیں ہیں۔ ان کو دریائے نیل کی رکاوٹیں کہا جاتا ہے۔ ان مقامات سے کشتیاں یا موٹر بوٹس نہیں گزر سکتے۔

سوڈان میں مصر کی سرحد پر دریائے نیل انسان کی بنائی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی جھیل یعنی جھیل ناصر میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں اسوان کے مقام پر اسوان بند باندھا گیا ہے۔ اس بند سے دریا کا پانی رک گیا ہے اور ایک جھیل بن گئی۔ اس بند سے آبپاشی کے لیے نہریں نکالی گئی ہیں اور پانی کو سرنگوں سے گزار کر اس پانی سے بجلی پیدا کی گئی ہے۔

اسوان بند کی نہروں سے دریائے نیل کے دونوں طرف 5050 میل تک کاشت کاری ہوتی ہے اور یہ علاقہ نہایت سرسبز و شاداب اور آباد ہے۔ اسی وجہ سے مصر کو دریائے نیل کا تحفہ کہا جاتا ہے۔ قاہرہ سے گزر کر دریا بہت خاموشی اور آہستہ آہستہ مختلف شاخوں میں بٹ کر اسکندریہ کے قریب بحیرہ روم میں جا گرتا ہے۔

دریا کی رفتار اور پانی کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے مصری لوگ ایک پیمانہ بناتے تھے۔ یہ دریا کے کنارے ایک کمرہ ہوتا تھا، اسے نیلو میٹر کہتے تھے۔ اس میں ایک سرنگ سے دریا کا پانی آتا رہتا تھا۔ اس پیمانے سے پانی کی حرارت رنگ اور کیفیت معلوم ہوتی تھی اور اس کا سال بھر کا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔

اسی ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ طغیانی آئے گی یا نہیں اور اگر آئے گی تو کیا اثرات ہوں گے اور فصلوں کے لیے فائدہ مند ہوگی یا نقصان دہ ہوگی۔

دریائے نیل کے آغاز کا مقام جاننے کے لیے پہلی بار سترہویں صدی میں کوشش کی گئی۔ تحقیق اور سفر کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دریا جھیل تانا سے نکلتا ہے مگر اس کے کنارے کنارے کوئی نہ مل سکا، کیونکہ یہ بڑے خطرناک پہاڑوں اور کھڈوں میں سے گزرتا ہے۔ دریا کے تیز پانی نے چٹانوں کو کچھ اس طرح کاٹا ہے کہ دونوں طرف دیواریں سی بن گئی ہیں اور ان چٹانی دیواروں پر سے کوئی نہیں گزر سکتا۔

اٹھارویں صدی میں یورپی سیاحوں نے افریقہ کے اندرونی علاقے دریافت کرنا شروع کیے۔ رچرڈ برٹن اور جان بیننگ ٹن اسپیک سنہ 1857 میں افریقہ کے مشرقی ساحل سے روانہ ہوئے۔ دشوار گزار راستوں، جنگلوں اور پہاڑوں سے گزرے مچھروں کی وجہ سے ملیریا میں مبتلا ہوئے۔

ایک مقام پر برٹن اتنا بیمار ہوا کہ آگے نہ بڑھ سکا، مگر اسپیک چلتا رہا اور جھیل وکٹوریہ تک پہنچ گیا۔ اسپیک کے مطابق یہی جھیل دریائے نیل کے نکلنے کی جگہ تھی، جس کو دنیا نے تسلیم کرلیا۔ یہ جھیل یوگنڈا میں ہے۔ یوگنڈا کا دارالحکومت کمپلا اسی جھیل کے کنارے آباد ہے۔

وادی نیل کا سب سے بڑا شہر قاہرہ ہے۔ یہاں دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعہ الازہر واقع ہے۔ قاہرہ کے قریب اہرام اور ابوالہول واقع ہیں۔ مصری بادشاہوں کے مقبرے ہیں، جن میں ممی حنوط شدہ لاشیں رکھی ہوئی ہیں۔ قاہرہ کا عجائب گھر بھی منفرد مقام ہے۔

دریائے نیل کے دہانے پر اسکندریہ کا شہر آباد ہے۔ اس کا نام سکندر اعظم کے نام پر ہے۔ یہاں ایک لائٹ ہاؤس بھی تھا جو عجائبات عالم میں شمار ہوتا تھا، مگر زلزلے نے اس کو گرادیا۔

■

Shaikh Sabir Nooruddin
Moallim, E B K , Urdu School, Tehmbhorni
Distt.: Jalna (Maharashtra)
Mob.: 9421327034
Email: saber1606@gmail.com

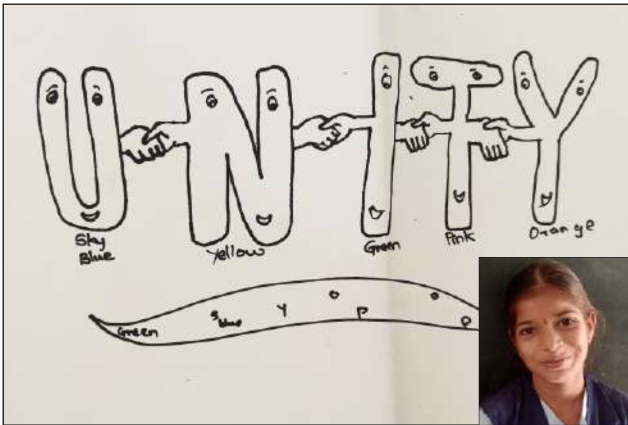

ویشنوی کولی کرن کولی، درجہ ششم، پی ایم شری گورنمنٹ مڈل اسکول، رائے گاؤں، ضلع برہانپور، ایم پی

آستا سرتورے دلیپ سرتورے، درجہ ششم، پی ایم شری گورنمنٹ مڈل اسکول رائے گاؤں، ضلع برہانپور، ایم پی

ماہین ثروت شیخ عرفان، ہیروار کھیڈ، ضلع اکولہ، مہاراشٹر

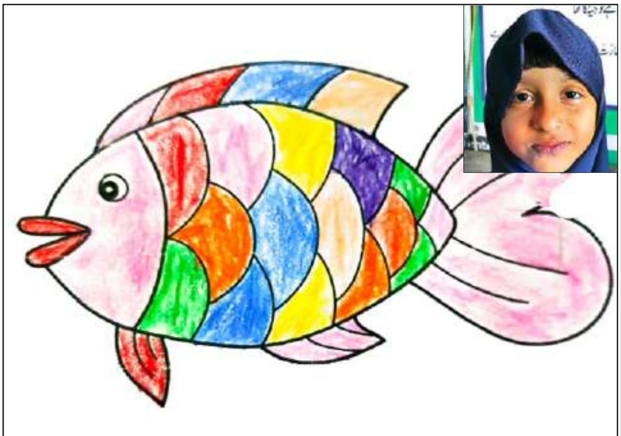

عائزہ خان ظہور خان، زیڈ پی اردو اسکول، ہیوار کھیڈ، تعلقہ: تلہارا، ضلع اکولہ، مہاراشٹر

محمد یوسف، درجہ سوم، سیکشن سی، سی ایچ سی اکیڈمی، سجاد باغ، حسین باغ، لکھنؤ

احمد ذوالقرنین بن محمد کلیم اللہ ندوی، درجہ یو کے جی
جامعہ ولی رحمانی، بھلاہی، سہرسہ، بہار

عمیرہ بی شیخ ایوب، درجہ ششم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

فیضہ ام ایمن بنت محمد کلیم اللہ ندوی، درجہ سوم
گورنمنٹ اردو مڈل اسکول، بھلاسی، سہرسہ، بہار

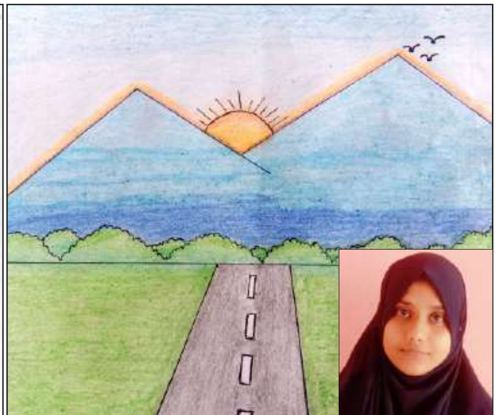

شیرین فلک، درجہ یازدہم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول
حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

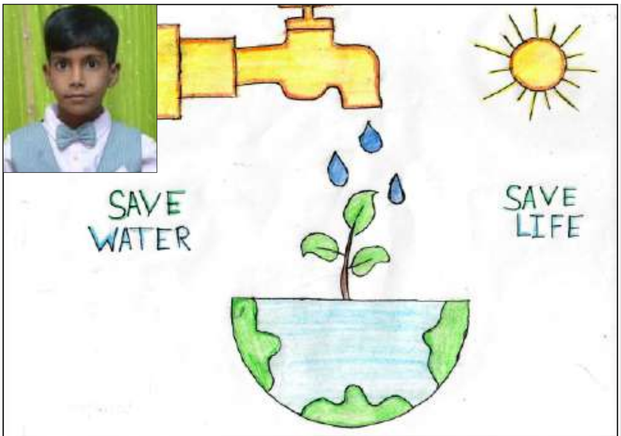

علی مسعود، درجہ پنجم، کیندریہ ودیالیہ، اینڈریوز گنج، دہلی

ادیبہ یادگیری، درجہ ہشتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پور، کرناٹک

محمد عادل علی، درجہ چہارم، جی ڈی ایس پبلک اسکول
ونے نگر چوک، فرید آباد، ہریانہ

محمد عمار عبدالباسط انصاری، سوئیس اردو ہائی اسکول، دھولیہ، مہاراشٹر

ثنا سطاریکر، درجہ ہشتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پور، کرناٹک

تسمانیہ خاتون محسن خان، زی پی، اردو اَپر پرائمری اسکول
ہیوار کھیڈ، ضلع اکولہ، مہاراشٹر

عالیہ کوثر محمد امین انصاری، گورنمنٹ اردو گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

شگفتہ ام ایمن بنت محمد کلیم اللہ ندوی، درجہ دوم، گورنمنٹ اردو مڈل اسکول، بھلاہی، سہرسہ، بہار

زریں فاطمہ ذاکرالدین، درجہ ششم، عبدالرشید اردو پرائمری و مڈل اسکول
غازی پلاٹ، آکوٹ، مہاراشٹر

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, जनवरी 2026, वर्ष 14, अंक 01
BACHON KI DUNIYA Monthly, January 2026 Vol. 14, Issue: 01
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/12/2025
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

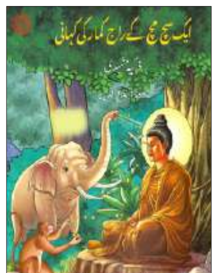

صفحات: 63 قیمت: 40 روپے

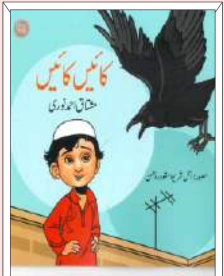

صفحات: 20، قیمت: 30 روپے

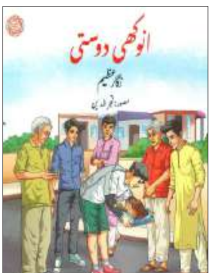

صفحات: 17، قیمت: 25 روپے

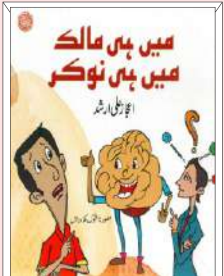

صفحات: 24، قیمت: 30 روپے

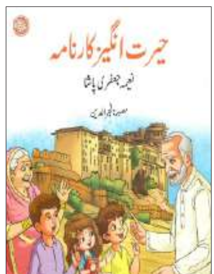

صفحات: 25، قیمت: 25 روپے

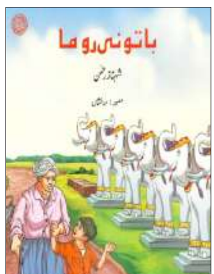

صفحات: 25، قیمت: 30 روپے

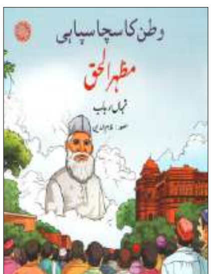

صفحات: 33، قیمت: 40 روپے

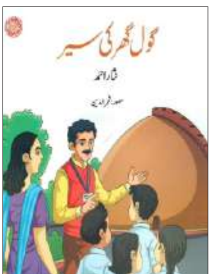

صفحات: 25، قیمت: 30 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at Makoff Printers, B - 127, Sector 65, Noida, U.P
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.